بسم اللہ الرحمن الرحیم

صراط علی حق نمسکہ

مناظرۂ حسنیہ

تالیف

عالم و عارف علوم ربای مولانا شیخ ابوالفتح رازی مکیؒ

مترجمہ

مولوی سید بشارت حسین صاحب قبلہ کامل مرزا پوری

مترجم کتاب حیات القلوب، جلاء العیون و حق الیقین وغیرہ

ناشر امامیہ کتب خانہ مغل حویلی

اندرون موچی دروازہ لاہور

12 May 2020

صراط علی حق نمسکه

مناظرہ حسنیہ

تالیف

عالم و عارفِ علوم ربّانی مولانا شیخ ابوالفتوح رازی مکی رح

مترجمہ

مولوی سیّد بشارت حسین صاحب قبلہ کامل مرزاپوری

مترجم کتاب حیات القلوب۔ جلاء العیون و حق الیقین وغیرہ

ناشر

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی

اندرون موچی دروازہ۔ لاہور

حضرات چہاردہ معصومین علیہم السّلام کے تمام پاکیزہ حالاتِ زندگی

چودہ ستارے (معہ اضافہ)

مؤلفہ الحاج علامہ السید نجم الحسن صاحب قبلہ کراروی مدظلہٗ (پشاور)، ہم نے کتاب "چودہ ستارے" معہ اضافہ باتصویر آفسٹ پر طبع کرائی ہے۔ اس میں ۱۱۲ صفحات کا اضافہ ہے۔ فہرست مضامین اور فہرست مآخذ بھی درج ہے۔ ایران و پاکستان کے چھ علماء کی تقاریظ سے مزین ہے۔ ٹائیٹل پیج پانچ رنگ کے گرد پوش سے آراستہ ہے۔ کتاب "چودہ ستارے" خریدتے وقت "امامیہ کتب خانہ لاہور" کی مطبوعہ خریدیں۔ کیونکہ یہ ایڈیشن بالکل صحیح ہے لکھائی چھپائی بہترین۔ حجم ۶۰۸ صفحات سائز ۲۰×۲۶/۸ ہدیہ قسم اول سفید کاغذ مجلد -/۱۸ روپے قسم دوم اخباری کاغذ مجلد -/۱۵ روپے۔

تلخیص تاریخ اعثم کوفی

کتاب "تاریخ اعثم کوفی" اگرچہ قدیم تواریخ میں سے ہے جو وفات آنحضرتؐ سے لے کر واقعۂ کربلا تک کے واقعات کیلئے قابلقدر اور مستند مآخذ کے طور پر آجتک شہرۂ آفاق چلی آرہی ہے۔ مگر چونکہ یہ کتاب اس قدر ضخیم ہے کہ اس وقت کا عدیم الفرصت انسان اس کے پڑھنے سے گھبراتا اور گریز کرتا ہے اس لیے اس بات کو مدنظر رکھ کر جناب سید محمد حسن عسکری صاحب زیدی نادم ایرایانی نے بڑی کد و کاوش کے ساتھ نہایت عمدہ پیرایہ میں اس کتاب کی "تلخیص" کر کے ایک بیش بہا معلومات اور اسے علمی افکار کا ذخیرہ بنا دیا ہے جو طالبانِ دین کے لیے بلا تفریق مذہب و ملت سُود مند اور طالب حق کے لئے ضروری ہے۔

حجم ۲۴۸ صفحات آفسٹ طباعت رنگین سرورق۔ ہدیہ قسمِ اوّل سفید کاغذ -/۱۰ روپے قسم دوم اخباری کاغذ -/۸ روپے۔

ملنے کا پتہ:۔ امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ لاہور ۸

فہرستِ مضامین "مناظرہ حسنیہ"!

پیشِ لفظ

مناظرہ حُسنیہ مشہور و معروف مناظرہ ہے۔ "حسنیہ" ایک کنیز تربیت یافتہ خانۂ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام تھی۔ اور یہ مناظرہ حُسنیہ مذکور اور ابراہیم ابنِ خالد، امام ابو یوسف، امام شافعی اور دیگر علمائے بغداد کے مابین ہوُا۔ اگرچہ اس کا ترجمہ زبانِ عربی سے فارسی میں پھر اُردو میں ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ تاہم میرے کرم فرما جناب شیخ راحت علی صاحب مالک امامیہ کتب خانہ لاہور کی خواہش ہوئی کہ مجھ بے بضاعت کو بھی اس کے ترجمہ کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ بڑی مشکل سے تہران سے اصل کتاب منگوا کر اسی سے ترجمہ کر کے حاضر کیا جا رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ عام فہم ترجمہ قابل پسند و مقبول ہو گا۔ اور مومنین مذہب اہلبیت کی حقیت سے واقف و باخبر ہو کر محظوظ و مسرور ہوں گے۔

مترجم آثم

سیّد بشارت حسین کامل

مرزا پوری

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ یوم پنجشنبہ

مطابق ۹ دسمبر ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی منّ علینا بمعرفۃ الانبیاء والائمۃ المعصومین بالدلائل والبرھان ونجانا برحمۃ من مضلات الاھواء الفاسدۃ والمذاھب الباطلۃ بالصدق والیقین والصلوٰۃ علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وعترتہ واتباعہ الی یوم الدین۔

مؤلف کتاب کا بیان

ارباب علم ویقین وحضرات متقین ومومنین کی خدمت میں حقیر فقیر بے بضاعت ابراہیم استر آبادی عرض پرداز ہے کہ جب یہ ذرہ بے مقدار ۹۵۸ھ میں حج بیت الحرام و زیارت حضرت خیر الانام وائمہ معصومین علیہم السلام سے فارغ ہو کر دار الخلافہ دمشق میں پہنچا، اور وہاں کے بعض مومنین وشیعیانِ امیر المومنین سے ملاقات اور ان کے ساتھ نشست و برخاست ہوئی یہ رسالہ حسنیہ ایک سید صاحب کے پاس تھا جو نہایت متقی و پرہیز گار مشہور تھے۔ جس میں ایک خاتون حسنیہ نامی کا ہارون الرشید کے زمانہ میں مخالفین کے علماء وفقہاء سے مباحثہ درج تھا۔ میں نے اول سے آخر تک مطالعہ کیا اور سید صاحب سے نہایت اصرار کے ساتھ لے کر رسالہ مذکور کو نقل کر لیا۔ جب ملکِ عجم واپس آیا تو وہ رسالہ شیعوں کی خدمت میں پیش کیا اور علمائے اہل سنت والجماعت کے ساتھ حسنیہ کا مباحثہ سُنایا۔ چونکہ رسالہ مذکور عربی میں تھا اور اکثر محبانِ عجم اُس سے واقف نہ تھے اس لئے بعض احباب کے اصرار سے رسالہ حسنیہ کا سلیس فارسی میں ترجمہ کیا تاکہ خواص وعوام اس کے پڑھنے اور سُننے سے محظوظ ہوں۔ امیر المومنین امام المتقین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے رسالہ مذکور کی تھوڑے ہی عرصہ میں شہرت ہوئی اور وہ موافق ومخالف لوگوں میں نہایت مقبول ہو گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشوائے جہاں و علامہ دوراں جامع معانی و معلم ثانی العارف باللہ والعالم باللہ شیخ
ابوالفتوح رازی مکی رحمۃ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہارون الرشید کے زمان حکومت و
ایامِ خلافت میں ایک تاجر بغداد کے مشہور رئیسوں میں تھا اور خاندان طیبین و طاہرین کی
محبت میں شہرت تام رکھتا تھا اور ہمیشہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہتا
اور غلامی اور خدمتگاری کے شرائط بجالاتا۔ اُن حضرتؑ کی شہادت کے بعد اعدائے دین کے
ظلم و ستم سے اُس کا تمام مال و متاع برباد ہوگیا اور محتاجی کے سبب فاقہ کشی کی نوبت
آگئی۔ اس کے پاس ایک کنیز کے سوا کچھ باقی نہ تھا جس کو اُس کی پانچ سال کی عمر میں خرید
کیا تھا اور مکتب میں داخل کر دیا تھا۔ دس سال تک وُہ حرم محترم حضرت امام جعفر صادق
علیہ السلام میں خدمتگذاری میں مصروف رہی اور تقریباً بیس سال تک وُہ علوم دینیہ و معارف
یقینیہ حاصل کرتی رہی تھی۔ اور حُسن و ملاحت میں بھی اپنا ثانی نہ رکھتی تھی۔ اُس کا نام
حُسنیہ تھا۔ جب اُس کے مالک نے تکلیفوں اور فقر و فاقہ کی شدت دیکھی تو زمانہ کی شکایت
اپنی کنیز سے کی اور کہا اے حُسنیہ تو میرے لئے اولاد کے مانند ہے اور میرا تیرے
سوا کوئی اور نہیں ہے۔ میں نے تیرے لئے بڑی زحمتیں برداشت کی ہیں تو تجھ کو اس
درجہ تک پہنچایا ہے اور اب تو تمام فضائل و کمالات سے آراستہ ہے۔ لہٰذا تجھ کو
چاہئے کہ میرے لئے اپنی فراست سے کچھ سبیل کر۔ کیونکہ میرا کام ہاتھ سے نکل گیا ہے،
اور فقر کے ہجوم سے رسوائی کی نوبت آگئی ہے۔

حُسنیہ نے کہا اے آقا! مناسب یہ ہے کہ مجھ کو ہارون الرشید کے پاس لے چلئے
اور ظاہر کیجئے کہ میں اس کو فروخت کروں گا۔ وُہ قیمت پُوچھے تو ایک لاکھ دینار طلائی کہئے
اگر وُہ پوچھے کہ اس میں کیا اوصاف ہیں کہ اتنی زیادہ قیمت رکھی ہے تو فرمائیے کہ اگر تمام

علماء اُس کے مقابلہ پر آجائیں اور علومِ دینیہ اور مسائلِ شرعیہ میں اُس سے بحث کریں، تو وُہ سب پر غالب آئے گی۔ اور مغلوب و ملزم نہ ہو گی۔

آقا نے جب یہ بات سُنی تو کہا کہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔ ایسا نہ ہو کہ وُہ تیری فضیلت اور حُسنِ سیرت سے آگاہ ہو کر تجھ کو جس طرح چاہے مجھ سے لے لے اور میں تیری مفارقت میں صبر نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ میری تمام تر راحت و مسرّت تُو ہی ہے۔

حُسنیہ نے کہا اے آقا! کچھ خوف نہ کیجئے۔ کیونکہ اہلبیتِ رسُول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی برکت سے جب تک مَیں زندہ ہوں کوئی مجھ کو آپ سے نہیں جُدا کر سکتا۔ اُٹھئے اور خدا پر بھروسہ کیجئے کہ جو بہتر ہے وہی ہو گا۔ اور بہت اصرار کیا۔

آقا اُس کے اصرار کے سبب آمادہ ہُوا اور یحییٰ بن خالد برمکی کی خدمت میں حاضر ہُوا جو ہارون کا وزیر تھا اور اپنے اور کنیز کے حالات سے اُس کو آگاہ کیا۔ یحییٰ نے کہا جاؤ اور کنیز کو لے آؤ۔ آقا غریب اس واقعہ سے خائف و پریشان حُسنیہ کو ہمراہ لے کر حاضر ہُوا۔ جب یحییٰ نے حُسنیہ کی صورت اور حُسنِ سیرت و بلاغت مشاہدہ کی غرقِ حیرت ہُوا۔ اور ہارون سے حُسنیہ کے حالات بیان کئے۔ ہارون نے حکم دیا تو حسینہ کو حاضر کیا۔ جب وُہ ہارون کے دربار میں پہنچی، چہرہ کو برقعہ میں چھپائے ہوئے تھی۔ ہارون کے حق میں دُعائیں کیں اور اُس کی مدح میں چند اشعار پڑھے۔ ہارون کو پسند آئے اور اُس نے حکم دیا تو برقعہ اس کے چہرہ سے اٹھایا۔ ہارون نے اُس کی صُورت دیکھی تو بے اختیار اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور اُس کے آقا کو طلب کیا اور پوچھا کہ کنیز کی قیمت کیا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟

اُس کے مالک نے اُس کا نام بتایا اور ایک لاکھ دینار قیمت کہی۔ ہارون نے مکدر ہو کر کہا اتنی زیادہ قیمت کس خوبی کے سبب مانگتے ہو؟ مالک نے کہا کہ اگر تمام علماء مل کر علومِ دینیہ و مسائلِ شرعیہ میں اُس کو عاجز کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ ہارون نے کہا اگر وُہ عاجز و مغلوب ہو جائے تو میں حکم دوں گا کہ تمہاری گردن ماری جائے اور کنیز میری ہو جائے

ہارون و حسینہ کے آقا کی گفتگو اور ابتدائی مباحثہ۔

گی ۔ مالک نے پوچھا اگر وُہ عاجز و مغلوب نہ ہوئی تو بادشاہ کیا کرے گا ؟ ہارون نے کہا میں
ایک لاکھ دینار دُوں گا اور کنیز بھی تیری ہی رہے گی ۔ مالک نے کچھ سوچ کر کہا کہ مجھے
اتنی مہلت دیجئے کہ میں ایک بار اس کنیز سے مشورہ کر لوں ۔ ہارون نے مہلت دے دی ۔
آقا کنیز کے پاس آیا اور کہا کہ صورت یہ ہے اور پوری کیفیت بیان کی ۔ کنیز نے کہا میرے
آقا آپ کچھ فکر نہ کیجئے کیونکہ جناب رسولِ خدا اور اُن کے اہلبیت اطہار صلوات اللہ علیہم
اجمعین کی برکت سے عاجز و مغلوب نہ ہوں گی ۔ یہ سُنکر آقا واپس گیا اور ہارون سے
عہد و پیمان لئے ۔ پھر حُسنیہ کو حاضر کیا ۔ حُسنیہ دُعا گوئی کی شرطیں بجا لائی ۔

ہارون نے پُوچھا اے حُسنیہ تیرا مذہب کیا ہے اور تو کس دین پر ہے ؟ اُس نے
کہا کہ حضرت محمدؐ مصطفےٰ اور آپ کے اہلبیت علیہم السّلام کے دین پر ہوں ۔ ہارون نے
پُوچھا اے حسنیہ رسُولِ خداؐ کے خلیفہ اور وصی کون تھے ؟

حسنیہ نے کہا اے خلیفۂ وقت ! حکم دیجئے کہ علماء تشریف لائیں تو جو کچھ کہنا ہے مَیں
اُن کے سامنے کہوں ۔ اگر میرے دین و مذہب کے بارے میں اُن کو کچھ اعتراض ہو تو مَیں
اُن کے جوابات دُوں ۔ ہارون نے سمجھ لیا کہ وُہ طریق اہلبیت پر ہے ۔ اس نے اپنے وزیر
یحیٰی کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کنیز ہمارے طریقہ اور مذہب پر نہیں ہے ۔ حکم دے کہ اس کو
قتل کر دیں ۔ وزیر نے کہا کہ اس نے بہت بڑا دعوےٰ کیا ہے ۔ اگر علماء اس کو عاجز
و ملزم کر دیں اور وُہ اپنے مذہب کی حقیّت ثابت نہ کر سکے تو اس کو بُری طرح قتل
کرنا چاہیئے ۔ اور اگر علماء اُس سے مغلوب و ملزم ہو جائیں تو اس صورت میں اس کی
رعایت خلیفہ پر لازم ہوگی ۔ کیونکہ ایک کنیز تمام علماء و فضلاء پر فوقیت لے گئی تو اُس کا
قتل مناسب نہ ہوگا ۔ یہ مشورہ ہارون کو بہت پسند آیا ۔ اُس کے حکم سے علماء حاضر
کئے گئے جن کا رأس و رئیس اُس زمانہ کے فقیہوں میں ابو یوسف تھا اور بغداد میں
امام شافعی بھی تھے ۔ قاضی ابو یوسف اور شافعی کے درمیان سخت عداوت تھی ۔

الغرض تمام علماء و عوام حاضر ہوئے۔ حُسنیہ بھی برقعہ سے مُنہ چھپائے اُن کے برابر بیٹھ گئی۔ تو اُس کے مذہب کے بارے میں اُس سے سوال کیا۔ اُس نے اپنے مذہب اور اہلبیت ؑ کی محبت کا اظہار کیا اور اُن سے مباحثہ و مجادلہ اس شان سے کرنے لگی کہ کسی کو اُس کے جواب کی جرأت و تاب نہ تھی۔ تفسیریں، قرآنی آیتیں، فرقانی تاویلات اور صحیح حدیثیں اس طرح بیان کرتی تھی کہ ہارون متغیر و پریشان ہوگیا تھا۔ اُس نے ایک عربی شخص کو بُلایا اور ایک فرمان لکھ کر بصرہ روانہ کیا۔ بصرہ کے دارالامارہ میں فقہاء و علماء طلب کئے گئے۔ ابراہیم ابن خالد عونی جو بصرہ کے تمام عالموں میں سب سے بلند و برتر تھا اور چار سو علماء کو بصرہ کے دارالامارہ میں درس دیتا تھا۔ والیٔ بصرہ نے فرمان کے مضمون سے مطلع ہو کر اُسی وقت ابراہیم بن خالد کو ایک تیز رفتار ناقہ پر سوار کر کے قاصد ہارون کے ہمراہ بغداد کے دارالخلافہ کو روانہ کیا۔ جب ابراہیم بغداد پہنچا اور ہارون کو اس کی اطلاع دی گئی تو اُس کے حکم سے مجلس آراستہ کی گئی اور بغداد کے تمام علماء حاضر کئے گئے۔ اور ارکانِ دولت اور مُلک کے لوگ اور بادشاہانِ وقت جو دُوسرے ملکوں سے بغداد میں آکر مقیم تھے دارالخلافہ میں بلائے گئے۔ اور ہارون نے ابراہیم بن خالد کے لئے سونے کی کُرسی بچھوائی۔ وُہ اس پر بیٹھا۔ اس کے بعد ہارون نے سوالات وغیرہ کے بارے میں ابراہیم سے شرائط مکمل کئے۔ پھر حسنیہ بلائی گئی اور اُس کو غلاموں اور حقیر لوگوں کی صف میں جگہ دی گئی۔ حسنیہ اجازت لے کر آگے آئی اور ہارون کے لئے دُعائیں کیں جب وُہ مجلس میں داخل ہوئی قبل اس کے کہ اُس کے لئے جگہ مقرر کی جائے وُہ آگے بڑھ کر ابراہیم بن خالد کے برابر بیٹھ گئی۔ ابراہیم نہایت نخوت و تکبر کے ساتھ کُرسی پر بیٹھا تھا۔ ہارون نے حُسنیہ کی جانب نظر کر کے مباحثہ اور مجادلہ کے متعلق گوشۂ چشم سے اشارہ کیا۔ حُسنیہ نے کمال حدت طبع اور دانائی سے سمجھ لیا اور اسی وقت ابراہیم بن خالد کی جانب متوجہ ہوئی اور کہا:-

مناظرہ میں حسنیہ سے علمائے بغداد کی شکست کے بعد بصرہ سے عالم العلماء کا طلب ہونا۔

"ابراہیم ابن خالد تو ہی ہے کہ تیری تصانیف سے سو جلدیں کتابیں علماء میں مشہور و معروف ہیں اور تو عداوتِ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السّلام پر فخر کرتا ہے؟"

ابراہیم یہ سُنکر پریشان ہو گیا اور غصّہ سے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتی ہے۔ اور اہلِ مجلس کی طرف رُخ کرکے کہا کہ مجھ کو ایک کنیز کے ساتھ بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ علم کی حقارت اور علماء کی اہانت کا باعث ہے۔ یحییٰ برمکی ہارون الرشید کا وزیر اُس کے قریب ہی کھڑا تھا۔ ہنسا، اور کہا جناب عالی! اکابرِ دین کا ارشاد ہے کہ انظر الٰی ما قال و لا تنظر الٰی من قال۔ یعنی یہ دیکھو کہ کیا کہتا ہے یہ مت دیکھو کہ کون کہتا ہے۔" اے ابراہیم یہ بات (جو تُو نے کہی) اہلِ فضل کی شان کے خلاف ہے۔ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم اللہ کی توفیق و تائید سے اسی وقت تجھ کو کرسیٔ زرّین سے زمین پر کھینچ لاتی ہوں۔ اور بحث کرنا شروع کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ سبقت میرے لئے زیبا ہے کہ میں دُور سے آیا ہوں۔ سوال میں کروں گا۔

ابراہیم نے سمجھا تھا کہ حُسنیہ چاہتی ہے کہ مذہبِ اہلبیت" کی حقیقت ہارون پر ظاہر کرے۔ حسنیہ نے کہا سبقت تجھ کو ہی حاصل سہی جو کچھ تُو چاہے سوال کر۔ ابراہیم سوال کرتا تھا اور حسنیہ نہایت فصاحت کے ساتھ جواب دیتی تھی۔ یہاں تک کہ ابراہیم کے اسّی مسئلوں کا جواب دیا اگر جن کی تفصیل اس رسالہ میں کروں تو بہت طول ہو جائے گا اور پڑھنے والے اور سُننے والے کو پڑھنے اور سُننے میں اُلجھن ...... ہو گی۔ حسنیہ نے اُس کے ہر مسئلہ کا جواب نہایت معقول طور سے دیا اور اُس کے اعتراضات کو رد کر دیا، اور اُس پر الزام قائم کیا اس طرح کہ ہارون اور اُس کے ارکانِ دولت اور موافق و مخالف کے علماء و فضلاء حُسنیہ کی پاکیزہ تقریر پر حیران رہ گئے ۔ اور اس کی محبت دلوں میں جاگزیں ہو گئی ۔ آخر حُسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم! مناظرہ میں بہت طول ہوتا جا رہا ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ خلیفہ کے ملال و تکدر کا باعث ہو گا اگر اجازت ہو تو میں بھی سوال کروں؟ ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ

ہیں دُوسرے تین۳ مسئلے اور پُوچھتا ہوں۔ اگر تُو نے جواب دے دیا تو میں شکست تسلیم کر کے الگ ہو جاؤں گا۔ حُسنیہ نے کہا جو چاہے پُوچھو۔ ابراہیم اس بات سے بہت گھبرایا اور پریشان ہُوا۔ آخر اُس نے کہا کہ "رسُولؐ کے بعد آپ کا خلیفہ و قائم مقام کون تھا؟

حُسنیہ :۔ جو اسلام میں سابق تھا۔

ابراہیم :۔ اسلام میں جو سابق تھا وُہ کون تھا؟

حُسنیہ :۔ جو رسُولؐ کا داماد، ابنِ عم اور بھائی تھا۔

ہارون یہ سُنکر کبیدہ خاطر ہُوا۔ جب ابراہیم نے ہارون کو برہم دیکھا تو اور دلیر ہو گیا اور کہا :۔

اے حُسنیہ! کس دلیل سے کہتی ہے کہ علی سابق الاسلام ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابوبکر سابق الاسلام تھے اس لئے کہ جب پیغمبرؐ نے دعوتِ اسلام شروع کی اُس وقت ابوبکر چالیس سال کے تھے اور علی بچّے تھے، بچوں کے ایمان و طاعت اور کفر و معصیت کا اعتبار نہیں ہوتا۔

حُسنیہ نے کہا کہ اگر میں ثابت کر دوں کہ ان کے ایمان و طاعت و کفر و معصیت کا اعتبار ہوتا ہے اور لڑکے ثواب و عذاب کے مستحق ہوتے ہیں تو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی امامت و وصایت کا اقرار کرو گے؟

ابراہیم :۔ اگر دلیل و برہان سے بیان کرو گی تو اقرار کروں گا۔

حُسنیہ :۔ تم نص قرآنی کے بارے میں کیا کہتے ہو جو حضرت خضرؑ و موسیٰؑ کے حق میں صریح طور سے واقع ہے۔ اور وُہ لڑکا جس کو جناب خضرؑ نے مار ڈالا اور جس پر قرآن ناطق ہے کہ :۔ فانطلقا حتیٰ اذا لقیا غلاما فقتلہ قال اقتلت نفساً زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئاً نکرا۔ (سورہ کہف آیہ ۷۴، پ۱۵) ترجمہ : جب دونوں (موسیٰؑ و خضرؑ) آگے چلے تو ایک لڑکے سے ملاقات کی تو اس کو (حضرت خضرؑ نے) قتل کر دیا۔ (موسیٰؑ نے) کہا

کہ آپ نے کیا ایک بے گناہ شخص کو مار ڈالا اور وُہ بھی کسی خون کے عوض میں نہیں۔ یہ تو عجیب حرکت ہے۔" جب جناب موسیٰؑ نے اُن پر یہ اعتراض کیا حضرت خضرؑ نے اُس کے قتل کا سبب اُن کے جواب میں بیان فرمایا کہ :- واما الغلام فکان ابواہ مومنین فخشینا ان یرھقھما طغیانا و کفرا۔ (سورہ کہف آیت ۸۰، پ ۱۶) ترجمہ :- اور اس لڑکے کے باپ ماں دونوں صاحب ایمان ہیں تو ہمیں ڈر ہوا کہ (یہ لڑکا) ان کو اپنی سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کر دے۔" بتاؤ کہ اُس لڑکے کا قتل استحقاق قتل کے ساتھ تھا یا جناب خضرؑ ظالم تھے؟ اگر کہو کہ حضرت خضرؑ ظالم تھے، تو نہیں ممکن ہے کہ خداوند بزرگ و برتر ظالم کی مدح کرے۔ کیونکہ حضرت خضرؑ کی مدح قرآن میں خداوند عالم نے کی ہے کہ خضرؑ ایک بزرگ پیغمبر ہیں۔ اے ابراہیم کیوں سر جھکائے ہوئے ہے اور جواب نہیں دیتا، اور دشمنی کو پیشہ بنا لیا ہے۔ اے ابراہیم اُس خدا کی قسم جو تمام اشیاء کا خالق ہے بتا کہ یہ نقل جو میں نے کی ہے تیری نظر سے گزری ہے اور اصحاب حدیث سے تُو نے سُنا ہے یا نہیں۔ اور ان تمام علماء سے جو موجود ہیں میں گواہی طلب کرتی ہوں۔ ابراہیم نے کہا بیان کر۔

حُسنیہ نے کہا کہ ابو مجاہد ابو عمران سے روایت کرتے ہیں اور وُہ ابوسعید خدری سے کہ ہم لوگ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد بن اسود، عمار یاسر، حذیفہ یمانی، ابوالہیثم، ابوالفضل اور عامر بن واثلہ۔ یہ جملہ حضرات جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے چہروں سے ملال کے آثار ظاہر تھے۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے ابنِ عم کے بارے میں حاسدوں کے ایک گروہ سے ایسی باتیں سُنتے ہیں کہ نزدیک ہے کہ رنج و غم سے ہم ہلاک ہو جائیں۔ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ وُہ لوگ میرے بھائی علی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ عرض کی وُہ کہتے ہیں کہ تمہارے آقا علی بن ابی طالب کو دوسروں پر سبقتِ اسلام میں کیا شرف و فضیلت حاصل ہے جبکہ وُہ اس وقت لڑکے تھے۔ جناب رسُولؐ خدا نے فرمایا کہ میں

تمہارے اندوہ و ملال کو زائل کئے دیتا ہوں اس طرح کہ تمہارے دل روشن ہو جائیں گے۔ اُسی خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ خلق کی جانب بھیجا ہے۔ میں تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس کی خبر خدا نے مجھے دی ہے۔ اور ممکن ہے تم نے پہلی کتابوں میں پڑھا ہو گا کہ جب ابراہیم علےٰ نبینا و آلہٖ وعلیہ السّلام پیدا ہوئے اہل معصیت و سرکش لوگوں نے ان کی ماں کو ملک سے بدر کر دیا۔ ان کی ماں نے ان کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر ایک نہر کے کنارے جس وقت کہ آفتاب غروب ہو رہا تھا، چھوڑا۔ ابراہیمؑ اُٹھے اور ہاتھ سر اور چہرے پر ملا۔ اور کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا۔ پھر لباس اُٹھایا اور اُس سے اپنے آپ کو پاک کیا۔ جب اُن کی ماں نے اُن کا یہ حال دیکھا بہت ڈریں۔ جیسا کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے کذٰلک نری ابراھیم ملکوت السّمٰوات والارض ولیکون من الموقنین فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا قال ھٰذا ربی الخ (سورۃ الانعام آیت ۷۶، پ۷) ترجمہ اور اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو سارے آسمان و زمین کی سلطنت کا انتظام دکھلاتے رہے تاکہ اُن کو (ہماری وحدانیت کا) یقین ہو جائے۔ تو جب رات ہوئی تو انہوں نے ایک ستارہ کو دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا خدا ہے۔ جب وہ غروب ہو گیا تو کہا میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ میرے اصحاب سمجھو! موسیٰؑ بن عمران کی تلاش میں جب فرعون کے حکم سے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کئے جاتے تھے اور بچے نکال کر قتل کر دیئے جاتے تھے تاکہ موسیٰؑ قتل ہو جائیں۔ جب اُن کی ماں نے اُن کو جنا موسیٰؑ نے اُسی وقت کہا کہ مادرِ گرامی مجھے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دیجئے۔ ماں اُن کی گفتگو سے ڈریں اور کہا اے فرزند میں ڈرتی ہوں کہ دریا میں تم غرق ہو جاؤ گے۔ موسیٰؑ نے کہا اے مادرِ گرامی خوف نہ کیجئے حق تعالےٰ مجھے محفوظ رکھے گا اور سلامتی کے ساتھ آپ کے پاس پھر پہنچا دے گا۔ ماں نے ان کو تابوت میں رکھا اور پانی میں ڈال دیا۔ پانی نے ان کو کنارہ پر پہنچا دیا یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ

نے ان کو صحیح و سالم ان کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔ خدا نے اُن کے حالات سے (اپنے رسول ؐ کو) خبر دی ہے :۔ ولتصنع علی عینی اذ تمشی اختک فتقول ھل ادلکم علیٰ من یکفلہ فرجعنٰک الیٰ امک کی تقر عینھا و لا تحزن۔ الخ (سورہ طٰہٰ آیت ۳۹-۴۰، پ ۱۶) یعنی تاکہ تم میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاؤ (غرض) تمہاری بہن چلی اور (فرعون کے گھر والوں سے آ کر) کہنے لگی کہ کہو تو میں تمہیں ایسی دایہ بتاؤں جو اس کی بخوبی پرورش کرے تو ہم نے (اس صورت سے) تم کو تمہاری والدہ تک پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور (تمہاری جدائی سے) مغموم و محزون نہ ہو۔ اور تم نے ایک (قبطی) کو مار ڈالا (اور سخت مضطرب و پریشان تھے) تو ہم نے تم کو تمہاری پریشانی سے نجات دی اور ہم نے تمہاری خوب آزمائش کی"۔

(آنحضرت ؐ نے پھر فرمایا کہ) اے میرے اصحاب خداوند عالم نے حضرت عیسےٰ ؑ کے حق میں فرمایا کہ "فنادٰیھا من تحتھا الا تحزنی قد جعل ربک تحتک سریا اُس مقام تک جہاں فرمایا ہے وکنت نسیا منسیا۔" یعنی اپنی ماں سے باتیں کیں اُس وقت جبکہ پیدا ہوئے اور اس حال میں جبکہ ماں نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ :۔ فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان فی المھد صبیا قال انی عبد اللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا وجعلنی مبارکا این ما کنت واوصانی بالصلوٰۃ و الزکوٰۃ ما دمت حیا۔ (سورہ مریم آیت ۲۹ تا ۳۱، پ ۱۶) جناب مریم ؑ نے عیسیٰ ؑ کی طرف اشارہ کیا (کہ اس سے پوچھو تو) لوگوں نے کہا ہم ایک گود کے بچے سے کیونکر بات کر سکتے ہیں تو اُس بچہ نے (بقدرتِ خدا) کہا میں خدا کا بندہ ہوں مجھ کو اُس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے۔ میں جہاں کہیں رہوں مجھ کو اس نے مبارک بنایا ہے اور میں جب تک زندہ رہوں مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے"۔ یعنی جناب عیسےٰ ؑ نے وقتِ ولادت ہی بات کی اور خداوند عالم نے اُن کو اسی وقت کتاب و نبوت عطا فرمائی اور اسی وقت اُن کو نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت کی۔ اور وہ تین روز کے تھے جبکہ انہوں نے بات کی۔ تم بھی یہ خوب سمجھ لو! کہ خداوند عالم نے مجھ کو اور علی ؑ کو ایک نور سے پیدا کیا۔ ہم آدم ؑ کے

صلب میں تھے اور خدا کی تسبیح کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کو اصلاب طاہرہ اور ارحام پاکیزہ میں منتقل کیا۔ چنانچہ ہماری تسبیح صلبوں میں اور شکموں میں ہر عہد و عصر میں لوگ سنتے تھے یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب تک پہنچے۔ ہمارا نور آباؤ اجداد کی پشتوں سے ظاہر تھا۔ پھر وہ نور دو حصے ہوا۔ نصف عبداللہ کے صلب میں منتقل ہوا اور نصف ابوطالب کے صلب میں۔ اور ہمارے پدر اور چچا جب لوگوں کے درمیان میں بیٹھتے تھے تو ہمارا نور اُن پر ظاہر ہوتا یہاں تک کہ ہم ماؤں کے شکم میں آئے۔ بیشک میرے دوست جبرئیلؑ نازل ہوئے جبکہ حضرت امیرالمومنینؑ اپنی ماں کے شکم سے پیدا ہوئے تھے۔ جبرئیلؑ نے کہا یارسولؐ اللہ خداوند کریم آپ کو سلام کہتا ہے اور مبارکباد دیتا ہے آپ کے بھائی علی بن ابی طالب کی ولادت کی خوشی میں۔ اور فرماتا ہے کہ اب آپ کی نبوت ظاہر ہونے کا اور آپ کے ساتھ اُس کے آشکار کرنے کا وقت آگیا کیونکہ میں اُس کو آپ کا مددگار، وزیر، آپکا مثل اور آپکا خلیفہ بناؤں گا۔ اور آپ کا ذکر اُس کے ذریعہ سے بلند ہوگا۔ اور آپ کی نسل اُس کے ذریعہ سے باقی رہے گی۔ جب علی علیہ السلام پیدا ہوئے اُن کی ماں نے اُن کو اٹھایا اور میرا ہاتھ اُن کے چہرہ پر رکھا۔ میں نے اُن کو گود میں لے لیا علیؑ نے داہنی انگلی اپنے کان پر رکھی اور میری رسالت کا اقرار کیا اور کہا یارسولؐ اللہ میں پڑھوں؟ میں نے کہا ہاں اے علیؑ پڑھو۔ اُسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ علیؑ نے اُن صحیفوں کو پڑھنا شروع کیا جن کو خدا نے آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اور اسی پر شیثؑ مبعوث ہوئے تھے، علیؑ نے اول سے آخر تک پڑھا۔ اگر شیثؑ موجود ہوتے تو اقرار کرتے کہ علیؑ اُن سے زیادہ اُس پر مطلع تھے۔ پھر موسیٰؑ کی توریت پڑھی۔ اگر موسیٰؑ حاضر ہوتے تو اقرار کرتے کہ علی اُن سے زیادہ اُس سے آگاہ تھے۔ اس کے بعد داؤدؑ کی زبور اور عیسیٰؑ کی انجیل پڑھ کر سنائی اگر داؤدؑ و عیسیٰؑ موجود ہوتے تو انصاف سے کہتے کہ علیؑ زیادہ مطلع ہیں۔ پھر قرآن جسے خدا نے مجھ پر نازل کیا ہے پڑھا اُسی طرح گویا کہ وہ اُس کے حافظ تھے جیسے کہ میں اب حافظ ہوں۔ اُسی وقت علیؑ نے مجھ سے باتیں کیں اور میں نے اُن سے گفتگو کی اُن امور کے بارے میں جن کے متعلق انبیاء

علیؑ کا پیدا ہوتے ہی کلام کرنا اور کتب آسمانی کی تلاوت کرنا۔ پیغمبرؐ کا انکشاف۔

اوصیا آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ پھر علیؑ طفلی کی حالت میں ہو گئے اور میں نے ان کو ان کی مادرِ گرامی فاطمہ بنت اسد کو دیا۔ اے میرے دوستو! تم دشمنوں کی باتوں سے کیوں رنجیدہ ہوتے ہو اور مشرکین کے اقوال کا کیا اعتبار کرتے ہو۔ یہ سمجھ لو کہ میں تمام انبیاء و مرسلین میں سب سے افضل ہوں اور میرا وصی سارے اوصیاء سے افضل و برتر ہے۔ الغرض یہ تمام باتیں سُنکر سلمان فارسیؓ اور باقی اصحاب کبار خوش دل اور مسرور ہوئے اور رسُولؐ خدا پر صلواۃ بھیجی اور کہتے تھے کہ نحن الفائزون ہم کامیاب ہیں۔ اور رسُولؐ اللہ نے فرمایا کہ واللہ تم نجات پانے والے ہو، اور بہشت تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اور دوزخ تمہارے پیشوا علیؑ کے دشمنوں کے لئے خلق کیا گیا ہے۔

جب حُسنیہ نے بات یہاں تک پہنچائی ہارون اور اکثر علماء رونے لگے اور ابراہیم ابنِ خالد میں کلام کی طاقت نہ تھی۔ پھر حُسنیہ نے کہا اے علمائے زمان اے شافعی اور اے فلاں اور فلاں خدا کے واسطے چاپلوسی مت کرو بلکہ سچ کہو کہ میں نے جو روایت بیان کی ہے صحیح ہے اور تمہاری نظروں سے گذری ہے اور تم نے سُنا ہے یا نہیں۔ اکثر علماء جو حاضر تھے بولے کہ یہ حدیث ایسی نہیں ہے کہ کسی کو انکار کی مجال ہو سکے۔ حُسنیہ نے کہا کیا تمام انبیاء و مرسلین پر ہمارے پیغمبر کی افضلیت کا تم کو اعتراف و اقرار ہے؟ اُن لوگوں نے کہا ہاں۔ حُسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم تم اس کے قائل ہو کہ حق تعالےٰ نے علیؑ کو قرآن میں نفسِ رسُولؐ قرار دیا ہے کہ قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علے الکاذبین۔ (سورۃ آل عمران آیۃ ۶۱ پ ۳) یعنی اے رسولؐ کہہ دو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو۔ پھر ہم سب مل کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔"

اگر اس قضیہ میں کچھ کلام ہو تو کہو تاکہ تمام محدثین و مفسرین کی موجودگی میں تم پر ثابت کر دوں۔

ابراہیم نے کہا میں قرآن کا ہرگز منکر نہیں ہو سکتا۔ تو حسنیہ نے کہا اے بے انصاف دُشمنِ دین

اور عدوِ خاندانِ طیبین و طاہرین جبکہ تو قرآن وحدیث کا قائل ہو گیا اور یہ کہ علیؑ نفسِ رسولؐ ہیں اور اُن کے بھائی اور انبیاء میں سب سے افضل ہیں، تو کیوں اعتبار نہیں کرتا کہ وہ سابق الاسلام ہیں، اور کیوں معترف نہیں ہوتا کہ وہ افضل اوصیاء ہیں جبکہ حضرت ابراہیمؑ جو ان کے جدِ بزرگوار ہیں، اور جناب موسیٰ و عیسےٰ علیہم السلام شیر خوارگی کے زمانہ میں تکلم فرماتے تھے اور خدائے تعالےٰ پر ایمان لائے تھے اور اسیطرح حق تعالےٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو طفلی میں نبوت دی اور اسی طرح یحییٰؑ کو نبوت عطا فرمائی جبکہ وہ بچہ تھے تو کیوں علیؑ علیہ السلام کے اسلام کو ان کی طفلی میں قبول نہیں کرتا جو رسولؐ کے بھائی اور اُن کے چچا کے بیٹے تھے۔ اور دینِ رسولؐ اور اسلام اُن کے ذریعہ سے قائم ہُوا اور خدائے تعالےٰ نے ان کو نفسِ رسول قرار دیا اور کتنی ہی قرآنی آیتیں اُن کی شان و مدح میں نازل ہوئیں اور خداوند عالم نے ان کو ولی کے نام سے پکارا۔ اور رسولؐ نے روزِ خندق ان کی ایک ضربت کو جن و انس کی عبادت سے افضل قرار دیا۔ اور حدیث کے نقل کرنے والے تم ہی لوگ ہو۔ اور تمہارے طریقہ سے بھی یہ حدیث وارد ہے اور تمہاری کتاب میں بھی مذکور ہے کہ من اراد ان ینظر الیٰ اٰدمؑ فی علمہ والیٰ نوحؑ فی تقواہُ والیٰ ابراھیمؑ فی حلمہٖ والیٰ موسیٰؑ فی ھیبتہ والیٰ عیسیٰؑ فی عبادتہ فلینظر الیٰ علیؑ ابن ابی طالب۔ (یعنی جو شخص آدمؑ کو اُن کے علم میں، نوحؑ کو اُن کے تقوےٰ میں، ابراہیمؑ کو ان کے حلم میں، موسیٰؑ کو اُن کی ہیبت میں اور عیسےٰؑ کو اُن کی عبادت میں دیکھنا چاہے اُس کو چاہئے کہ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھے")، جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اتنے پیغمبران اُولوالعزم کے برابر قرار دیا اور تمہارے زعم میں اور اہلبیتؑ کے طریقہ میں وہ تمام انبیاءُ مرسل سے فاضل تر ہیں اور رسولؐ خدا کے بعد عالمین میں سب سے افضل ہیں، تو پھر کیوں اس امر میں مضائقہ کرتا ہے کہ ایمانِ طفل معتبر ہے اور اعتراف نہیں کرتا امیر المومنینؑ کے ایمان کی سبقت میں۔ جنہوں نے بچپنے میں امامت پائی اور وصیِ رسولؐ ہوئے اور صحیفوں اور توریت وانجیل و زبور اور فرقان کے حافظ ہوئے۔

اور تمام اہلِ اسلام متفق ہیں کہ علیؑ نے ایک آن کے لئے بھی خدا کے ساتھ شرک نہیں کیا؛ اور ابوبکر نے چالیس سال کے بعد لات و عزیٰ کی پرستش ترک کی اور زبان سے اسلام ظاہر کیا۔ اور زبان اعتقاد کی برکت سے موافق نہ ہوئی۔ تمام اوقات میں خدا و رسولؐ کی مخالفت کرتے رہے اور دشمنی کی راہ پہ چلتے رہے .... اس کے باوجود تو اُن کو مومن جانتا ہے اور اُن پر ایمان کا اعتبار کرتا ہے اور خاندان نبوت کے معصومین کے ایمان کا اعتبار نہیں کرتا جن کی عصمت و طہارت کی گواہی خدائے تعالےٰ نے دی ہے۔ کیا کہتا ہے۔؟ بغض و عداوت خاندانِ نبوت کے ساتھ تمہارا شعار ہے۔

ابراہیم ابنِ خالد (گویا) مرضِ قولنج میں گرفتار ہو گیا۔ اس نے سر اُٹھایا اور کہا اس مسئلہ سے ہم درگذرے؛ اب یہ بتاؤ کہ عباس و علیؑ کے بارے میں تم کیا کہتی ہو کہ ان لوگوں نے میراثِ پیغمبرؐ کے لئے آپس میں نزاع کی اور ہر ایک نے میراث کا دعوےٰ کیا کہ میرا حق ہے اور فیصلہ کرانے ابوبکر کے پاس گئے۔

جب دو شخص حاکم کے پاس جاتے ہیں ان میں ایک حق پر ہوتا ہے اور دوسرا باطل پر۔ اس مسئلہ کے پوچھنے کی یہ غرض تھی کہ اگر حُسنیہ کہتی ہے کہ عباس باطل پر تھے تو خود اُس کی ہلاکت اور جان جانے کا خطرہ ہے کیونکہ ہارون عباسی تھا۔ اور اگر کہتی ہے کہ علیؑ باطل پر تھے تو اپنے مذہب کو باطل قرار دینا پڑتا ہے اور دین کا نقصان ہوتا ہے۔

حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم اس سوال کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے۔ ابراہیم نے کہا وُہ کہاں ہے؟ حُسنیہ نے کہا حق تعالےٰ جناب رسُولِ خدا سے خطاب فرماتا ہے کہ:۔ وھل اتٰئک نبؤ الخصم اذ تسودوا المحراب اذ دخلوا علیٰ داؤد ففزع منھم قالوا لا تخف خصمان بغی بعضنا علیٰ بعض فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط واھدنا الی سواء الصراط ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ۔ الخ "یعنی (اے رسُولؐ) آیا تم کو اُن دعوےداروں کی اطلاع ملی ہے جبکہ وُہ دیوار پھاند کر

داؤدؑ کے پاس پہنچے تو وہ اُن سے ڈر گئے۔ ان لوگوں نے کہا آپ ڈریں نہیں (ہم دونوں) ایک فیصلہ کرانے آئے ہیں کیونکہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی، تو آپ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیں اور انصاف سے علیحدہ نہ ہوں اور ہم کو سیدھی راہ دکھا دیں۔ یہ میرا بھائی ہے اور اس کے پاس ننانوے ۹۹ دُنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دُنبی۔ اس پر بھی یہ کہتا ہے کہ یہ دُنبی بھی مجھ کو دے دو۔ اور گفتگو میں مجھ پر زیادتی کرتا ہے۔" اور تفسیر میں ہے کہ وہ دو فریق جبرئیلؑ و میکائیلؑ تھے، اور حاکم جناب داؤد علیہ السّلام۔ اب تو بتا کہ کون ایک حق پر تھا اور کون باطل پر۔ ابراہیم نے کہا جبرئیلؑ و میکائیل دونوں حق پر تھے اور سہو داؤدؑ سے ہوا تھا۔ دونوں اُن کے پاس اُن کی تنبیہہ کے لئے آئے تھے۔ حُسنیہ نے کہا اللہ اکبر! اسی طرح علی اور عباس بھی حق پر تھے اور سہو ابوبکر سے ہوا تھا۔ اور یہ حضرات بھی اُن کی تنبیہہ کے لئے آئے تھے۔ عباس کہتے تھے کہ پیغمبرؐ کی میراث کا حقدار میں ہوں کیونکہ پیغمبرؐ کا چچا ہوں۔ اور علی کہتے تھے کہ میراث کا مستحق میں ہوں کیونکہ پیغمبرؐ کا ابن عم ہوں، اُن کا بھائی اور وصی ہوں۔ اور اُن کی آنکھوں کی ٹھنڈک فاطمہ سیدۃ النساء میری زوجہ ہیں اور حسنؑ و حسینؑ جو جوانانِ اہلِ بہشت کے سردار ہیں میرے فرزند ہیں اور میں بحکمِ آیۃ وانفسنا وانفسکم نفسِ رسولؐ ہوں جب ابوبکر نے ان کی حکایات کو سنا تو کہا واللہ میں نے پیغمبرؐ سے سُنا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ علیؑ میرے وصی، میرے وارث اور دین کے قاضی ہیں۔ جب عباس نے یہ بات سُنی بے چین ہو گئے اور کہا اے ابوبکر جب تم نے یہ بات پیغمبرؐ سے سُنی تو خلافت کے تخت پر کیوں بیٹھے اور اُن (علی) کے حق کو کیوں ضائع کیا۔ جب ابوبکر نے یہ بات سُنی تب سمجھے کہ وہ لوگ مجھ پر الزام قائم کرنے آئے ہیں اور میراث کا صرف بہانہ بنایا ہے۔ اور کہا کہ تم مجھ سے منازعت کے لئے آئے ہو۔ اور منہ پھیر لیا اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ جب ابراہیم نے حُسنیہ سے یہ حکایت سُنی کہا اس مسئلہ سے بھی میں درگذرا۔ اب یہ بتاؤ کہ عباسؓ افضل تھے یا علیؑ؟ حُسنیہ نے کہا تو بتا کہ حمزہؓ افضل تھے یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو عباس و علی کے درمیان میں کیوں

الجھتا ہے۔ اگر عباس افضل تھے تو علی کے لئے فخر کا باعث تھے کہ علی کے اُن کے ایسے چچا تھے اور اگر علی افضل تھے تو عباس کا فخر تھے کہ علی کے ایسے برادر زادہ تھے۔

جب ہارون نے حُسنیہ کی فصاحت و بلاغت مشاہدہ کی تو حیرت میں غرق ہو گیا۔ اور ابراہیم سے کہا کہ افسوس ہے تیرے علم پر! حُسنیہ نے کہا! اے امیر! میں نے اس کے تراسی [۸۳] مسئلوں کا جواب دیا۔ اگر حضور اجازت دیں تو ایک مسئلہ میں بھی اس سے پوچھوں؟ ہارون نے کہا جو چاہے پوچھو۔

حُسنیہ نے ابراہیم سے سوال کیا کہ جب پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دُنیا سے رخصت ہوئے تو کسی کو اپنا وصی معین کیا یا نہیں؟ ابراہیم نے کہا نہیں معین کیا۔ حُسنیہ نے پُوچھا پیغمبرؐ نے خطا کی یا صحیح و درست کیا؟ اور خلفاء نے جو کچھ سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا غلطی کی یا درست و مناسب کیا؟ پیغمبرؐ کو خطا سے منسوب کرتے ہو یا اصحاب کو؟

ابراہیم یہ سوال سُنکر عاجز و پریشان ہو گیا۔ کیونکہ اگر کہتا کہ پیغمبرؐ نے خطا کی، تو دین و شرع میں نقص واقع ہوتا ہے۔ اور اگر کہتا ہے کہ خلفاء نے خطا کی تو حُسنیہ کا مدعا ثابت ہوتا ہے اور ابراہیم کے مذہب کا بطلان ہوتا ہے۔ وُہ غور و فکر میں محو ہو گیا اور تمام حاضرین جلسہ پر واضح ہو گیا کہ ابراہیم عاجز ہو رہا ہے اور مضطرب و منتشر ہے لہٰذا تمام حاضرین اکبارگی ہنسنے لگے اور ملامت کرنے لگے کہ ایسا عالم و فاضل ایک کنیز سے اس طرح عاجز و مغلوب ہو گیا۔ ہارون الرشید نے جب ابراہیم کو مضطرب پایا اور دیکھا کہ اُس کی رُسوائی و فضیحت کا باعث ہوتا ہے اپنے وزیر یحیٰی برمکی کی طرف رخ کر کے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ علمائے بغداد اور بعض دُوسرے علماء کے درمیان خیر و شر کے بارے میں منازعت تھی۔ ابراہیم سے سوال کرو کہ وُہ کیا کہتا ہے۔ ہارون اس مسئلہ میں ہمیشہ متردد رہتا تھا۔ ہر چند علماء اُس سے دلائل بیان کرتے تھے اُس کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ معلوم ہو کہ حُسنیہ اس بارے میں کیا کہتی ہے۔

جب یحیٰی نے ہارون کے اشارہ سے ابراہیم سے سوال کیا کہ اے ابراہیم خیر و شر کے

بارے میں کیا کہتے ہو اور فائدہ و نقصان جو بندوں سے صادر ہوتا ہے اور نافرمانی اور ان کے مظالم و کفر خدا کی جانب منسوب کرتے ہو یا قضا و قدر کی طرف، یا بندہ کو فاعل مختار جانتے ہو؟ جیسا کہ بنی ہاشم اور اُن کے پیرو معتقد ہیں کہ فرمانبردار ثواب کا مستحق ہے اور گنہگار عذاب کا؟

ابراہیم نے کہا اس مسئلہ میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ نفع و ضرر اور خیر و شر خداوندی قضا و قدر کی طرف سے ہے، جو آدمؑ و ابلیسؑ کا پیدا کرنے والا ہے، اور آب و آتش، بہشت و دوزخ حیات و ممات، صحت و مرض، ایمان و کفر اور طاعت و معصیت کا خلق کرنے والا اور محبت و عداوت، ابراہیمؑ و نمرودؑ، موسٰیؑ و فرعونؑ و ہامانؑ، محمدؐ و ابوجہلؑ اور کافر و مسلمان قضا و قدر سے ہے۔

حُسنیہ نے یہ مہملات سُنے اور بے چین ہو گئی اور کہا اے ابراہیم خدا سے شرم نہیں کرتا کہ یہ کفر و زندقہ اپنے اور تمام مسلمانوں کے بارے میں جائز رکھتا ہے اور ابلیس کے لئے حجت و دلیل مہیا کرتا ہے۔ واضح ہو کہ تیرا اور ان لوگوں کا یہ الزام جو تجھ سے پہلے اس اعتقاد پر رہے ہیں سب سے سہل وجہ سے فراہم ہوا ہے۔

اول یہ کہ تُو نے کہا کہ شر و عصیان اور کفر و فسق اُس کی قضا و قدر سے ہے اُس کی رضا سے نہیں ہے۔ سمجھ لے کہ تُو نے ایک ہی بات میں محال کو لازم قرار دیا۔ اس لئے کہ اگر کوئی شخص حکم کرتا ہے اور اُس حکم پر راضی نہیں رہتا تو یہ اُس کے عجز و خوف کے سبب سے ہے یا مکر و فریب اور ریاکاری کی وجہ سے۔ اور خدا کی ذاتِ مقدس ان صفات سے پاک و منزہ ہے۔ اے ابراہیم! سمجھ! جن لوگوں نے یہ بات بنائی ہے تجھ سے پہلے اس اعتقاد کے پابند تھے کہ شاید اس صورت سے کفر و زندقہ خود وضع کریں۔ سمجھو کہ تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ شر و عصیان، کفر و فسق وغیرہ سب خدا کی قضا و قدر سے ہے اور خود ہی اس سخن سے شرمندہ ہو۔

ابراہیم نے کہا، اے حسنیہ! شائد تُو کلامِ خدا پر اعتقاد نہیں رکھتی ہے۔ حُسنیہ نے کہا کہ

بحث خیر و شر و قضا و قدر۔

ہیں خدا کے کلام کا اقرار کرتی ہوں اور کلام کی تفسیر اور اس کے مشکلات اور تاویل شدہ امور کو سمجھے ہوئے ہوں کیونکہ اُن لوگوں سے میں نے سیکھا ہے جن کے حق میں اور جن کے جدبزرگوار کے حق میں قرآن نازل ہُوا ہے۔

ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ! خدائے تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں تُو کیا کہتی ہے کہ فرماتا ہے قل کل من عند اللہ واللہ خالق کل شئ (کہہ دو اے رسولؐ کہ سب اللہ کی طرف سے ہے جو تمام چیزوں کا خالق ہے) اسی طرح یضل من یشاء من یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم (یعنی جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتا ہے) نیز یہ آیت ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدٰیھا (اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کی ہدایت کریں) اسی طرح فرماتا ہے: ختم اللہ علےٰ قلوبھم و علےٰ سمعھم و علےٰ ابصارھم غشاوۃ (یعنی اللہ نے اُن کے دلوں پر، کانوں پر اور اُن کی آنکھوں پر مُہر لگادی کہ یہ ایمان نہیں لاسکتے) اے حسنیہ ان تمام آیتوں کے بارے میں تُو کیا کہتی ہے اور ان احکام فرقانی کے متعلق کیا اعتقاد رکھتی ہے۔؟

حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم آیہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِم الخ اس وجہ پر محمول اور تاویل کی ہوئی ہے جو عقل کے قضیوں کے مطابق اور موافق ہے اور آیات قرآنی کے خلاف نہیں ہوگا۔ اول اُس جگہ جہاں فرمایا ہے قل کل من عند اللہ۔ سمجھو! کہ جب بظاہر یہ حکم کرتے ہو تو لازم آتا ہے کہ تمام چیزوں کا خالق خدا ہے، اور یہ ابلیس کا مذہب ہے۔ سمجھ لو کہ قرآن میں کُل بمعنی بعض کے آئے ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کے قصہ میں ذکر ہُوا ہے کہ ثم اجعل علےٰ کل جبل منھن جزءً (سُورۃ بقر پ ۳ آیۃ ۲۶۰) (پھر بعض پہاڑوں پر اُن کے اجزاء رکھ دو) یہ صاحبانِ عقل پر ثابت ہے کہ کوہ الوند اور کوہِ قاف اُس جگہ نہیں تھے۔ اسی طرح بلقیس کے قصہ میں فرماتا ہے: اوتیت من کل شئ ولھا عرش عظیم یعنی دُنیا کی ہر چیز اُسے عطا کی ہے۔ (سورۃ النمل آیہ ۲۳ پ ۱۹) تمام اہلِ عقل جانتے ہیں کہ بادنجان و شلجم وغیرہ وہاں نہ تھے۔ لہٰذا کل کے

وُہ معنی مناسب ہیں جن سے خدا کی ذات میں نقص نہ پیدا ہو۔ وُہ افعال حسنہ کرتا ہے۔ جیسے آسمان و زمین و عرش و کُرسی و لوح و قلم و جن و انس و ملائکہ و اصول و فروع کا خلق کرنا۔ اور نعمتوں کا خالق و موجد وہی بابرکت و بلند ذات باری عز اسمہٗ کی ہے اور وہ پاک و مبرّا ہے فعل کفر و فساد و ضلالت و ظلم و معاصی اور انہی کے مثل خلق کرنے سے۔ اور یہ جو اُس نے فرمایا ہے کہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء تو تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہدایت کے معنی بہت ہیں اور سب کا مرجع دو معنی کے ساتھ ہے۔ ایک بمعنی رہبری و بیان، اور دوسرا بمعنی لطف۔ اور یہ دونوں معنی مومن و کافر جملہ مکلفوں کے لئے عام ہیں۔ اور اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو کچھ حق تعالٰے نے مومنوں کے حق میں کیا ہے اور مثل الطاف و رہنمائی اور رسالت کے اور طاقت و قوت اور عزت و عقل وغیرہ سب کافروں کے حق میں بھی ارزانی فرمائی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو خدائے تعالیٰ پر کافروں کی حجت ہوتی کہ ہمارے کان و آنکھ پر تو نے مہر لگادی اور ہمیں راہِ حق دیکھنے اور سُننے کی قوت و طاقت نہ دی۔ تو خداوند عالم کافروں سے ملزم ولاجواب ہوجاتا اور اُس نے قرآن مجید میں تصریح کی ہے کہ لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل (سورۃ نسا پ۶ آیت ۱۶۵) یعنی ہم نے یہ سب اس لئے کیا تا کہ لوگوں کی ہم پر حجت نہ ہو اور اُن پر خدا کی حجت ہو جیسا کہ فرمایا ہے قل فللہ الحجۃ البالغۃ (سورۃ الانعام پ۸ آیت ۱۴۹) "کہہ دو رسولؐ کہ حجت بالغہ اللہ ہی کی ہے"۔ تجھ کو معلوم ہونا چاہئے، کہ جہاں جہاں خدا نے ہدایت کا ذکر کیا ہے مشیت کے ساتھ مقید رکھا ہے جس سے مراد لطف کی زیادتی ہے جو واجب نہ ہو۔ اگر چاہتا ہے تو ان کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے اور ان کو بہشت کی راہ دکھاتا ہے اور بہشت میں ان کو پہنچاتا ہے۔ اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ لوگوں نے اضلال کو بہت سے معنی میں استعمال کیا اور اُس کے اصلی معنی ہلاکت کے بیان کئے ہیں۔ جب خداوند عالم کی جانب نسبت دیتے ہیں ہلاک و عذاب کے معنی لیتے ہیں یضل من یشاء ویضل اللہ الظالمین" (سورۃ ابراہیم پ۱۳ آیت ۲۷) (جس کو چاہتا ہے

ہلاک کرتا ہے اور عذاب دیتا ہے۔ اور ظالموں کو معذب کرتا ہے، اس لئے کہ ظالمین گمراہ ہیں۔
اگر گمراہی کے معنی میں ہو تو اے ابراہیم اس معنی کو جسے تو خدا کی طرف نسبت دیتا ہے خداوند عالم
نے اس کو اپنے غیر سے نسبت دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے ولقد اضل منکم جبلاً کثیراً۔
(سورۃ یٰسین آیت ۶۲ پ ۲۳) یعنی شیطان تم میں سے بہتوں کو گمراہ کرتا ہے"۔ اور فرعون کی طرف بھی
نسبت دی ہے کہ واضل فرعون قومہ وما ھدی (سورۃ طٰہٰ آیت ۷۹، پ ۱۶) یعنی فرعون نے
اپنی قوم کو گمراہ کیا اور ان کو راہِ راست نہیں دکھائی"۔ الغرض اگر خداوند کریم اپنے بندوں کو گمراہ کرتا تو
اپنے غیر کی جانب (گمراہ کرنے کی) نسبت نہ دیتا۔ اے ابراہیم یہ معنی جو تو کہتا ہے کہ خدا تمام افراد
کو گمراہ کرتا ہے یہ سراسر کفر ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے:۔ انما یفتری الکذب الذین لا
یومنون بآیٰت اللہ (سورۃ النحل آیت ۱۰۵، پ ۱۴) یعنی جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے وہی لوگ
جھوٹ اور بہتان خدا پر باندھتے ہیں"۔ لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ ان آیتوں کی تاویل کرنا لازم ہے
جن اضلال (گمراہی) کی اضافت خدا کی طرف ہے۔ یضل من یشاء و یھدی من یشاء (یعنی
ذلیل و خوار کرتا ہے خدا اُس کو جسے چاہتا ہے اس لئے کہ لطف کا اس میں کوئی اثر نہیں ہوتا) اور
چونکہ خدا بندے کو اُس کے کفر و گناہ کے اصرار پر ذلیل و خوار کرتا ہے اور اُس کو اُسی کے حال پر چھوڑ
دیتا ہے جیسا کہ تُو نے کہا کہ گمراہ کیا ہے۔ حالانکہ ضلالت خود بندہ کی ہوتی ہے لہٰذا ختم اللہ علیٰ
قلوبھم سے غرض یہ ہے کہ مُہر کی اضافت خود اُس نے اپنے دل اور کان پر کر لی ہے۔ اور
پردہ خود اپنی آنکھوں پر ڈال لیا ہے مثال کے طور پر۔ یعنی انہوں نے اپنا قیام حدود کفر میں
کر رکھا ہے۔ وُہ اُن لوگوں کے مانند ہیں کہ تُو کہے کہ خدا نے اُن کے ساتھ ایسا عمل فرمایا ہے تاکہ
ایمان نہ لا سکیں۔ اور مُہر ایمان کی مانع نہیں۔ اگر مانع ہوتی تو خدا یہ نہ فرماتا کہ بل طبع اللہ علیھا
بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا۔ (سورۃ النساء آیت ۱۵۵، پ ۶) (بلکہ خدا نے اُن کے کفر
کی وجہ سے تصدیق کر دی ہے لہٰذا وُہ لوگ ایمان نہ لائیں گے مگر بہت تھوڑے۔
اے ابراہیم! تیرے اعتقاد کی بنا پر لازم آتا ہے کہ انبیاء کی تبلیغ و دعوت قبیح تھی،

اور خدا پر لازم تھا کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آگاہ کر دیتا کہ فلاں فلاں کو (دین کی) دعوت مت دو کیونکہ وُہ ایمان نہیں لا سکتے اس سبب سے کہ میں ان کا ایمان لانا نہیں چاہتا اور اُن کے دلوں اور کانوں پر میں نے مُہر کر دی ہے۔ تاکہ رسولؐ کی دعوت و تبلیغ عبث نہ ہو اے ابراہیم سمجھ لے کہ خداوند عالم نے مومنوں کی جو ہدایت کی کافروں کو بھی اسی طرح حاصل ہے اور قرآن مجید ناطق ہے انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا۔ (سورہ دہر آیۃ ۳ پ ۲۹) "یعنی ہم نے دونوں کو راستہ دکھا دیا شکر کرنے والے کو جو مومن ہے اور انکار کرنے والے کو بھی جو کافر ہے" لہذا کیسے کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے ہدایت نہیں کی۔

ہارون اگرچہ مخالفین میں سے تھا لیکن اس مسئلہ میں اس کو یقین نہ حاصل ہوا تھا۔ اور حسنیہ کی بحث اُس کو بہت پسند آئی۔

ابراہیم بن خالد نے پھر کہا اے حسنیہ تُو اس آیت کے بارے میں کیا کہتی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے مشرکوں سے فرمایا اور قرآن مجید میں صریح واقع ہے اتعبدون ما تنحتون واللہ خلقکم وما تعملون (سورۃ الصّٰفّٰت آیہ ۹۵-۹۶۔ پ ۲۳) (یعنی تم اس کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو حالانکہ خدائے تعالےٰ نے تم کو خلق کیا ہے اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے

حسنیہ یہ سُنکر ہنسی اور کہا خدا کی قسم تمہارا اعتقاد قرآن پر نہیں ہے اس تاویل سے جو تم اپنے مدعا کے موافق کرتے ہو۔ اکثر مفسرین و تابعین یہ اس پر ہیں کہ "ما" مصدری "ما" ہے جس کا حاصل یہ ہُوا کہ واللہ خلقکم و عملکم۔ یعنی خدا نے تم کو اور تمہارے عمل کو خلق کیا ہے۔

اے ابراہیم تیرے کلام کا بطلان قول خدائے تعالےٰ ہے "اتعبدون ما تنحتون" مجھ لوکہ اس آیت کا مورد ملامت ہے اور سرزنش ہے۔ یعنی تم اس کو پوجتے ہو جس کو خود تراشتے ہو۔ حق تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور جس کو تم تراشتے ہو یعنی چوب (لکڑی) کو۔ اگر یہ مراد ہوتی کہ تمہارے فعل و عمل کو خدا نے پیدا کیا ہے تو یہ آیت کافروں کے عذر کا باعث ہوتی۔ اور خدا کافروں کے عذر کا اُس فعل سے جو وُہ کرتے تھے، سبب ہوتا۔ اور تضاد اس صورت سے

کہ پہلے خدا کا کلام اُن کی ملامت میں اور بعد میں کلام اُن کی معذرت میں تو نقیضین کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور اس مضمون و معنی میں کوئی ایک دُوسرے کے خلاف نہیں ہے، کہ حق تعالےٰ نے فرمایا کہ خدا نے تم کو اور اس چیز کو یعنی بتوں کو جن کو تم خود تراشتے ہو، پیدا کیا۔

واضح ہو کہ ما تنحتون کا "ما" ہو سکتا ہے کہ موصولہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ نکرۂ موصوفہ ہو اور ما تعملون کا "ما" موصولہ ہو بمعنی الّذی (جو کہ)، اگر ہم تمہاری مراد پر محمول کریں تو مناقضہ (ایک دوسرے کے خلاف) ہوگا۔ دوسرے خدائے بزرگ و برتر نے عمل کی نسبت و اضافت ان کی طرف کی کہ اگر خدا کا فعل ہوتا تو نسبت اُس کی اضافت کے ساتھ بندہ کی طرف نہ کرتا حالانکہ فعل بندہ کا ہوتا ہے خدا کا نہیں اس لحاظ سے عقلاً و شرعاً اضافتِ فعل اور اس کی نسبت اُس کے فاعل کی طرف کرتے ہیں۔ اے ابراہیم تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ خدا چاہتا ہے کہ کافر معصیت کرے اور نہیں چاہتا کہ اطاعت کرے۔ اور تمہارا یہ اعتقاد اشیائے قبیح کو لازم ہے کیونکہ حق تعالےٰ کو بُرے کاموں، کفر اور گناہ کا فاعل جانتے ہو اور کہتے ہو کہ اُس کی قضا و قدر سے ہے۔ تمہارے کلام سے لازم آتا ہے کہ حق تعالےٰ تمام ظالموں سے زیادہ ظالم ہے۔ کیونکہ کافروں پر کفر کے سبب سے عذاب کرتا ہے جس کو خود مقدر کر چکا ہے۔ جب خدا نے کافر میں کفر پیدا کیا ہو اور ایمان کی طاقت نہیں دی ہو اُس کے بعد اُس کے کفر پر اُس کو عذاب دے جس کو خود اُس نے اُس میں پیدا کیا ہو اور اُس نے مقدر فرمایا ہو تو یہ ظلم صریح ہوگا۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ سیاہ حبشی کو کوئی سزا دے اور کہے کہ تیرا رنگ کیوں سیاہ ہے چاہئے تھا کہ سفید ہوتا۔ یا بلند قامت شخص کو سزا دے اور کہے کہ کیوں تیرا قد بلند ہے چاہئے تھا کہ چھوٹا ہوتا۔ یا یہ کہ کسی بچے کا ہاتھ پیر باندھ کر پانی میں ڈال دیں۔ جب اُس کا لباس تر ہو جائے تو اس کو پانی سے نکال کر ماریں کہ تُو نے کیوں اپنے کپڑے تر کئے۔ اسی قسم کے مظالم صریح ہوتے ہیں۔ اے ابراہیم کافر میں کفر اور فاسق میں فسق اور ظالم میں ظلم

خدا نے خلق کیا ہو تو انبیاءؑ کی حجت قطع کرنا ہوگا اور مرسلین پر الزام ہوگا۔ اس لئے کہ جب نبی کافر سے کہے گا کہ ایمان لا اُس خدا پر جس نے مجھے بھیجا ہے میں تجھ کو ایمان کی دعوت دیتا ہوں، تو کافر کہے گا کہ چاہئے کہ خدا مجھ میں ایمان خلق کرے اور مجھے ایمان عطا کرے تو میں ایمان لاؤں ورنہ نہیں۔ چونکہ مجھ میں کفر پیدا کیا ہے آپ کس طرح مجھے ایمان لانے کی تکلیف دیتے ہیں جبکہ مجھ میں ایمان لانے کی طاقت نہیں ہے پس اس صورت میں نبی کی حجت قطع ہو جائے گی، اور اس کے پاس کچھ جواب نہ ہوگا اور وہ عاجز رہے گا۔ اے ابراہیم اگر خدا کافر میں کفر پیدا کرے، اور پھر اس کو ایمان کی تکلیف کرے تو تکلیف مالا یطاق (طاقت سے بالاتر تکلیف) ہوگی اور یہ صاحبانِ عقل کے نزدیک قبیح ہوگا۔ اور یہ اُس کے مثل ہوگا کہ آدمی سے وہ کہے کہ ہوا میں اُڑ تو وہ کیسے اُڑ سکتا ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے:۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا۔ (سورۃ نساء آیۃ ۲۸ پ ۵) یعنی خدا چاہتا ہے کہ (تمہاری تکلیف میں) کمی کرے کیونکہ انسان کمزور خلق کیا گیا ہے۔ نیز فرماتا ہے:۔ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا" یعنی خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔" اور فرماتا ہے:۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورۃ بقرہ آیۃ ۱۸۵ پ ۲) "یعنی خدا تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں پسند کرتا۔" ایسی ہی بہت سی مثالیں ہیں۔ اے ابراہیم! خدا کافر میں کفر پیدا کرے اور کہے کہ کیف تکفرون تم کیسے کفر کرتے ہو۔" خود ہی حق و باطل کا خلق کرنے والا ہو اور کہے لم تلبسون الحق بالباطل کیوں تم حق کو باطل سے مخلوط کرتے ہو۔" اور پھر ان کو اپنے پاس سے دور کرے اور روک دے پھر کہے" لم تصدون عن سبیل اللہ۔ کیوں راہِ خدا سے باز رہتے ہو۔" اے ابراہیم اگر خدا نے کفر کافر میں پیدا کیا ہو تو لازم آتا ہے کہ کافر خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو اس لئے کہ خدا نے اُس میں کفر پیدا کیا اور کفر چاہتا ہے۔ لہذا جو خدا کی مراد تھی (وہ پوری کرتا ہے)، اور نبی نافرمان ہوتا ہے اس لحاظ سے کافر کو ایمان کا حکم کرتا ہے اور کفر سے منع کرتا ہے حالانکہ خدا نے اُس میں کفر پیدا کیا ہے (وہ نہیں چاہتا کہ ایمان لائے)،

لہٰذا تمہارے زعم میں کافر کا مطیع ہونا اور نبی کا عاصی ہونا لازم آتا ہے اور قضاء و قدر کے ساتھ خدا کی ناراضی لازم آتی ہے۔ کیونکہ کفر پر راضی ہونا اجماع ہے کہ حرام ہے۔ اور خدا کا قضاء و قدر پر راضی ہونا واجب ہے۔ لہٰذا اگر خدا کی قضاء و قدر سے کفر ہو تو کفر کرنا واجب ہوگا۔ اے ابراہیم تمہارے اس اعتقاد سے حدود و قصاص اور شرعی ملامت و سرزنش کا بیکار ہونا لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ اگر زنا و لواطہ، چوری، شرابخوری اور ناحق خون کرنا اور تمام گناہان جیسے شراب پینا، طنبور بجانا، نرد بازی، شطرنج بازی وغیرہ جو واقع ہوتی ہیں خدا کی قضاء و قدر اور اُس کے ارادہ سے ہو۔ لہٰذا امام اور حاکم شرع کے لئے جائز نہیں ہے کہ ان افعال کے کرنے والے کو سرزنش اور منع کرے۔ اور اُس سے روکے جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو اور ان امور کا حکم دے جو خدا کی مرضی کے خلاف ہوں۔ دوسرے یہ کہ خداوند عالم نقیضین کا ارادہ کرنے والا ہو اس لئے کہ اس کی مراد معصیت ہے ور خود ہی اُس نے امر و نہی اور معاصی سے سرزنش اور ممانعت مقرر کیا ہے اور اُس کی مراد بھی ہے اور زجر اور اُس کے حدود سے تجاوز کرنے والے کے لئے سزاؤں کا حکم بھی دیا ہے لہٰذا نقیضین کا اجتماع لازم آتا ہے۔

اے ابراہیم ابوالشعشار روایت کرتا ہے کہ ایک چور کو عبداللہ بن عباس کی مجلس میں لوگوں نے حاضر کیا۔ انہوں نے اُس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ مجلس کے حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا نعوذ باللہ من قضائہ یعنی اللہ سے اس کی قضا سے (یعنی اس غلط فیصلہ سے ہم پناہ مانگتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس کو غصہ آیا اور کہا یقولک اعظم یعنی تیرا قول اُس کی چوری کے گناہ سے بدتر گناہ ہے اور اُس شخص کو مجلس سے نکال دیا۔

جب ہارون نے حُسنیہ کی یہ تقریر سُنی اس کو پسند آئی۔ کیونکہ عبداللہ بن عباس اُن کے جد تھے۔ حُسنیہ نے پھر کہا کہ اے ابراہیم! اگر کفر و معصیت کا خالق اللہ تعالےٰ ہوتا تو چاہئے کہ جس نے اپنی تمام عمر میرے ساتھ نیکیاں کی ہوں اور جس نے مجھ پر ظلم و جور کیا ہو اُن دونوں میں اے میرے نزدیک کوئی فرق نہ ہو اگر وہ دونوں فاعل مختار نہ ہوں۔ بے شک ان کی نیکی و بدی اُن سے

متعلق نہ ہوگی۔ لہذا نیکی و بدی جو فعل کی صفت ہے ہم سے متعلق ہے، تو چاہیئے کہ نفس فعل ہم ہی سے متعلق ہو۔ اور اس صورت سے جیسا کہ تمہارا اعتقاد ہو رسولوں کا مبعوث ہونا، کتابوں کا نازل ہونا اور بہشت و دوزخ سب بے فائدہ اور عبث ہوگا۔ اے ابراہیم یہ ابلیس کا مذہب ہے۔ کیونکہ اُس نے کہا تھا ربِّ اغویتنی "خداوندا تو نے ہی مجھ کو گمراہ کیا"

واضح ہو کہ تم اہلِ جبریہ ابلیس کے لئے دلیل قائم کرتے ہو اور یہ بنی اُمیہ کے معتقدین اور ان کی پیروی کرنے والوں اور علماء و محدثین نے جو ان کے تابع تھے ابلیس سے حاصل کیا ہے، اور دین کو دنیا کے عوض فروخت کیا ہے۔ تم بھی اُسی گروہ کی متابعت کرتے ہو۔

جب حسنیہ نے اس مقام تک گفتگو کی، ابراہیم بن خالد، علمائے بغداد اور اُن کے پیرو سب اکبار چیخ اُٹھے اور کہنے لگے اے کنیز! اہلِ اسلام کے مذہب میں کتنے طعن کرے گی؟ اور نزدیک تھا کہ حسنیہ پر جھپٹ پڑیں۔ یہ دیکھ کر ہارون کو غصہ آیا اور کہا اے ابراہیم! تجھ کو خدا سے شرم نہیں آتی کہ ایک کنیز دلائل و برہان سے تمہاری تکفیر کرتی ہے اور تم اُس سے عاجز ہوگئے ہو اور اپنے سروں کو تم سب جھکائے ہوئے ہو، اس کے باوجود تم اس کو غصہ دکھاتے ہو۔ حُسنیہ نے کہا اگر خلیفہ کے ملال کا خیال نہ ہوتا تو میں ایک ہفتہ تک برابر دلیلیں پیش کرتی رہتی۔

ہارون نے کہا:۔ اے ابراہیم! اگر بندہ فاعل مختار نہ ہو تو لازم آتا کہ افعال اختیاری نہ ہوتے جو ہم سے ہمارے ارادوں اور خواہشوں سے صادر ہوتے ہیں جیسے چلنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، دینا، لینا وغیرہ اور اضطراری ہوتے۔ ہاتھ کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند وغیرہ ان سب میں فرق نہ ہوتا۔

حسنیہ نے کہا:۔ اے ابراہیم! یہ بدیہی ہے کہ حرکتِ اضطراری و اختیاری میں فرق ہے اور جو فاعل ہوتا ہے وہ حکم کرتا ہے کہ ہم حرکات اختیاری پر قادر ہیں اور اُڑنے اور آسمان پر جانے پر قادر نہیں ہیں جیسا کہ شیخ بہلول نے امام ابو حنیفہ سے مسئلہ قضا و قدر میں بحث کی

اور ان پر الزام قائم کیا اور کہا کہ میں دلیل سے ثابت کرتا ہوں کہ گدھا تجھ سے زیادہ عقل مند ہے اور افضل ہے۔ اس سبب سے کہ بندہ کو بے اختیار سمجھتے ہو اس لئے کہ اگر گدھے کو ایک مرتبہ چھوٹی نہر میں لے جاؤ اور اُس کو مارو تاکہ وُہ اس میں سے گزر جائے تو بے شک گزر جائے گا۔ اور اگر اس کو ایک بڑے دریا کے کنارے لے جائیں جہاں سے وُہ گزرنے پر قادر نہ ہو، تو اگر تو اس کو مار ڈالے تب بھی وُہ اس پر سے نہیں گزرے گا۔ تو گدھا اِس میں فرق کرتا ہے کہ کس پر قادر ہے اور کس امر پر قادر نہیں ہے۔ لیکن اے ابو حنیفہ تو فرق نہیں کرتا کہ کس امر پر قادر ہے اور کس امر پر قادر نہیں ہے۔

جب حسنیہ نے یہ کہا تو ہارون اور یحییٰ برمکی اور ارکانِ دولت سب یکبارگی ہنس پڑے۔ ابراہیم خجالت سے اپنی موت چاہنے لگا۔

دوسری مرتبہ حسنیہ نے کہا:۔ اے ابراہیم! اگر بندہ اپنے فعل کا فاعل نہ ہو اور وُہ اللہ کا فعل ہو تو صحیح نہ ہوگا۔ یہ کہنا کہ خدائے تعالیٰ عفو، غفور، رحیم ہے اس لئے کہ عفو اور غفور و رحیم اُس وقت جبکہ بندہ نے کچھ گناہ کئے ہوں اور گناہ کے سبب سے عذاب کا مستحق ہُوا ہو اور وُہ عذاب نہ کرے اور بخش دے اور معاف کر دے اور اگر گناہ بندہ کا فعل نہ ہو اور خدا کا فعل ہو کیونکر صحیح ہو گا کہ لوگ کہیں کہ خدا بخشنے والا، معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

اے ابراہیم ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مکلف دارِ تکلیف میں اپنی تکلیف کو دلیل و علم سے حاصل کرے تاکہ اپنے فعل سے اُس کے حاصل کرنے میں دنیا میں تعریف کا مستحق ہو، اور قیامت میں ثواب کا مستحق ہو۔ پھر اگر خدا چاہے کہ بندہ میں کچھ (قوت) پیدا کرے تو کر سکتا ہے۔ لیکن خدا چاہتا ہے کہ بندہ اپنے کسب اور اپنے فعل و اختیار سے مومن اور مطیع ہو اور کفر و معاصی کا ترک کرنے والا ہو۔ اور اگر بندہ قوت و طاقت کے باوجود ایمان اختیار نہ کرے تو خدا کا اس سے کچھ نقصان نہ ہوگا اور نہ خدا کے حکم کا اس کے فعل میں دخل ہو گا۔

اے ابراہیم اگر اس سے زیادہ عقلی دلیلیں تو چاہتا ہے تو اس قدر بیان کر سکتی ہوں کہ سُننے والوں

کے تکدرِ خاطر کا باعث ہوگا۔ اور عقلی دلیلوں اور حدیثوں سے جن کو فریقین نے نقل کیا ہے تمہارے طریقہ سے بھی واقع ہیں کہ عبداللہ بن عمر جناب رسولِ خدا سے روایت کرتے ہیں کہ "القدریۃ مجوس ھٰذہ الامۃ ان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تصلوا علیہم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم۔ قیل من ھم یا رسول اللہ قال الذین یعملون بالمعاصی ثم یزعمون انھا من اللہ کتبھا علیہم"۔ یعنی قدریہ اس اُمّت میں مجوس ہیں تو اگر وُہ بیمار ہوں تو اُن کی عیادت کو مت جاؤ۔ اگر مر جائیں تو ان پر نماز نہ پڑھو۔ اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو اُن کو سلام نہ کرو۔ صحابہ میں سے کچھ لوگوں نے پُوچھا کہ قدریہ کون سے گروہ کے لوگ ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ وُہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو گناہ کے کام خود کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ خدا نے کیا ہے اور خدا نے ازل میں لکھ دیا ہے کہ وُہ گناہ کریں گے۔ اور ایسا ہی مقدر فرمایا ہے۔ اور قرآن مجید میں واقع ہے کہ :- ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ یعنی اور جو کچھ بہتری تم کو پہنچتی ہے تو تم اس کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہو اور جو برائی تم کو پہنچتی ہے تو تمہاری ذات سے ہے۔ اور اُس کو خدا کی طرف نسبت مت دو۔ ایسی آیتیں قرآن میں بہت ہیں جن میں خدا نے کفر و معاصی کو بندوں کی طرف نسبت دی ہے اور شیطان نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا لاغوینّھم اجمعین میں تیرے سب بندوں کو ضرور بہکاؤں گا۔ اگر یہ خدا کا فعل تھا تو اپنے فعل سے ابلیس پر لعنت کرنا انصاف نہیں ہو سکتا۔ وانّ علیک اللّعنۃ الیٰ یوم الدّین (سورہ حجر آیت ۳۵، پ ۱۴) یعنی میری لعنت تجھ پر قیامت تک رہے گی۔" اے ابراہیم غور کر آدم علیہ السلام اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں :- ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ (سورۃ الاعراف آیت ۲۳ پ ۸) "پروردگارا! ہم دونوں (آدمؑ و حواؑ) نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اگر تو نہ بخشے گا اور رحم نہ فرمائے گا تو ہم دونوں نقصان اٹھانے والوں میں

سے ہوں گے"۔

حضرت موسیٰؑ نے اپنی غلطی اپنی طرف منسوب کی: "رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی (خداوندا میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے)۔

حضرت یونسؑ نے اپنی خطا کا اعتراف اس طرح کیا۔ "لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"۔ (اے خدا، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں ہوں"۔

اے ابراہیم! سارے انبیاء نے توبہ و تسبیح و تقدیسِ خدا کی ہے۔ اگر گنہگار کا گناہ اور خطا خدا کا فعل ہوتا تو ان کو توبہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

ابراہیم کو یہ موقع مل گیا تو کہا اے حسنیہ تو نے اپنے ہی مذہب کو باطل ثابت کر دیا۔ کیونکہ تیرے اعتقاد میں تمام انبیاء معصوم ہیں۔ جب اُن سے کوئی خطا اور جرم واقع نہ ہوا تو استغفار د توبہ انہوں نے کیوں کی۔

یہ سُنکر یحیٰی برمکی ہنسا اور کہا اے ابراہیم! کیا تو پہلی بحث میں کامیاب ہو گیا اور اُس کے دلائل و براہان کی تردید کر دی کہ اب عصمت و عدمِ عصمت انبیاء کے بارے میں گفتگو کرتا ہے۔ حاضرین میں اکثر لوگ ہنسنے لگے۔

حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم! یہ بحث خلافِ ادب ہے اور فی الحال اس میں دخل دینا بے موقع ہے۔ اس مسئلہ کا جواب بھی مسئلۂ قضاؤ قدر ختم کرنے کے بعد دیا جائے گا اے ابراہیم مشرکانِ قریش سب جبریہ مذہب پر عامل تھے۔ جب اسلام ظاہر ہوا جبر کا طریقہ برطرف ہو گیا۔ جناب رسولؐ خدا کی وفات اور حضرت امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد معاویہ و یزید اور دیگر بنی اُمیہ نے اپنے زمانہ میں اسلام میں یہ طریقہ جاری کیا اور جبریہ اُن کے تابع ہو گئے۔ اور تم بھی اُنہی کی متابعت کرتے ہو۔ اے ابراہیم خدا کی قسم اہلبیت عظام واصحاب کرام کا یہ اعتقاد نہ تھا۔ جب حسنیہ نے بات یہاں تک پہنچائی تو حاضرین نے

واہ وا کا شور بلند کیا اور سب نے حسنیہ کی تعریف کی۔ ابراہیم نے کہا ان تمام باتوں کو جو تُو نے آیات قرآنی وغیرہ سے بیان کی میں نے تسلیم کیا۔ لیکن چونکہ اکثر تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ بندہ مجبور ہے اس کو اختیار نہیں اور یہ تجویز نہیں کیا کہ بندہ اللہ کا شریک ہو اور اس سے شرک لازم آتا ہے۔ حسنیہ نے کہا شرک کیونکر لازم آتا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ اُس پر قہر اور اس کو معدوم کرنے پر قادر ہے۔ مثلاً اگر کوئی بادشاہ کسی کو کسی شہر کا والی قرار دے اور وُہ والی اُس شہر میں ظلم و غارتگری کرے، اور بادشاہ قادر ہو کہ جو کچھ اُس نے ظلم و ستم سے حاصل کیا ہے اس سے چھین لے اور اس کو قتل کر دے، تو اُس کا بادشاہ کے ساتھ شریک ہونا کیسے لازم آتا ہے اور کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وُہ بادشاہ کا شریک ہے۔

اے ابراہیم احکامِ خدا اور احادیثِ رسُول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تمام عقلی دلیلوں کو ضائع و بے کار کرتا ہے اور جن کو نہ دیکھا نہ سُنا اُن کو درمیان میں لاتا ہے کہ بعض تابعین نے ایسا اعتقاد کیا ہے۔ اے ابراہیم تُو نے عصمتِ انبیاء اور اُن کے اوصیا پر اعتراض کیا۔

واضح ہو کہ میرا اعتقاد اُن کے بارے میں یہ ہے کہ وُہ سب کے سب معصوم و مطہر ہیں اور تمام خطاؤں، غلطیوں اور گناہوں سے پاک و بری ہیں۔ اور واجب ہے کہ تمام انبیاء و اوصیا گناہوں اور غلطیوں سے، بھول چوک اور سہو و نسیان سے ابتدائے طفولیت سے نبوت و وصایت کے زمانہ تک معصوم و بری ہوں اس لئے کہ وُہ خدا کے رموز کے امین ہوتے ہیں۔ کیونکر ممکن ہے کہ وُہ شیطان کی اطاعت کریں جو موجودات میں سب سے رذیل ہے اور مخلوقات میں خدا کی بارگاہ سے سب سے دور کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان کو اُن پر مطلق قابو نہ ہو ورنہ اُن سے افعال شیطانی صادر ہوں گے۔ اور چاہئے کہ نبی و امام اور اُن کے باپ دادا اور مائیں تمام رذالت اور کمینگی سے پاک ہوں یعنی دلال و حجام وغیرہ نہ ہوں۔ اور چاہئے کہ نبی پاک ہو اور امام صفاتِ ذمیمہ جیسے کینہ، بخل، حسد، جہل اور حرص وغیرہ سے متصف نہ ہو اور مریض اور ناقص الاعضاء اور برص و جذام

عصمتِ انبیاء و ائمہ علیہم السلام کی بحث۔

وغیرہ میں مبتلا نہ ہو غرضکہ تمام نقائص سے پاک و بری ہو اور جھوٹا اور عشق پیشہ نہ ہو۔
اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ واجب ہے کہ امام، زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل سب سے بڑھ کر صاحب علم، سب سے زیادہ زاہد و متقی، سخی اور شجاع ہو اور تمام خلق سے مستغنی ہو اور ہر امر میں بے نیاز ہو۔ اعلم اور خدا و رسولؐ کی جانب سے منصوص ہو مقرر و معین شدہ ہو۔ سمجھ لے کہ جو امام رعایا میں ہو وہ امامت کا سزاوار نہیں ہو سکتا چاہئے کہ امام خدا و رسُول کی جانب سے منصوب (مقرر شدہ) ہو تاکہ خلائق کو اس کی اطاعت میں کراہت نہ ہو۔ اور چاہئے کہ امام معصوم ہو اس لئے کہ غیر معصوم ہو سکتا ہے کہ ظالم ہو۔
حضرت ربّ العزّت جلّ و علےٰ فرماتا ہے کہ:- لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ۔ (میرا یہ عہدہ امامت ظالموں کو نہ ملے گا، پ، سورۃ بقرہ، آیہ ۱۲۴۔

حُسنیہ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی ہارون کا جسم کانپنے لگا۔ کیونکہ اُس نے بھی ناحق دعوائے خلافت کیا اور صفاتِ امامت میں کوئی صفت اُس میں نہ تھی۔ یحییٰ بن خالد برمکی سمجھ گیا اور ابراہیم کی طرف رُخ کیا اور کہا اے ابراہیم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جان تیرے جسم سے مفارقت کر چکی ہے۔ کیوں اس کُرسی سے نیچے نہیں آتا ہے اور حسنیہ کا مذہب کیوں نہیں اختیار کرتا ہے۔ جب ابراہیم نے چاروں طرف سے طعن و تشنیع کی باتیں سُنیں تو کہنے لگا:-
اے حُسنیہ تو اس آیت کے بارے میں کیا کہتی ہے کہ خدا نے آدمؑ و حوّاؑ کو حکم دیا کہ
يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ بقرہ آیت ۳۵ پ)، (اے آدمؑ تم اور تمہاری زوجہ جنت میں ساکن ہو جاؤ اور اس میں سے جو چاہو کھاؤ اور اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے) اے حُسنیہ بیشک انہوں نے اس درخت سے کھایا اور ظالمین میں سے قرار پائے۔ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! سمجھ!! کہ خدائے تعالےٰ نے آدمؑ کو ممانعت ضرور کی مگر وہ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ نہی تنزیہی تھی۔ کیونکہ نہی تحریمی وہ ہے

جس کے مرتکب ہونے سے انسان ملامت اور عذاب آخرت کا مستحق ہو۔ اور نہی تنزیہی وُہ ہے جس کے ارتکاب سے انسان اُس فائدہ اور مصلحت سے جو اُس میں ہوتی ہے اپنے آپ کو محروم رکھتا ہے۔ لیکن اس کے ارتکاب پر دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر آدمؑ اُس درخت کا کھانا ترک کرتے تو ثواب و الطافِ الٰہی کے زیادہ مستحق ہوتے۔ چونکہ انہوں نے ترک نہیں کیا، تاہم عذاب کے مستحق نہ ہوئے۔ ابراہیم نے کہا اگر ایسا ہوتا تو وُہ ظالم نہ ہوتے۔ خداوند عالم فرماتا ہے:۔ فتکونا من الظالمین تم دونوں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ جب درخت سے تناول فرمایا تو ظالم ہو گئے۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم! سمجھ!! کہ ظلم کے معنی ہیں "کسی شے کا اُس کے غیر مقام پر رکھنا" یعنی کسی چیز کا اُس کے مقام پر نہ رکھنا۔ لہٰذا کسی کام کا ایسے محل و موقع پر کرنا جہاں نہ کرنا چاہئے یا نہ کرنا ایسے محل پر جہاں کرنا چاہئے وضع الشئی فی غیر محلہ ہوگا۔ تو افعال سنتی جس کو لوگ ترک کرتے ہیں وُہ وضع الشئی فی غیر محلہ ہوگا یا کسی مکروہ فعل کا عمل میں لانا، اور اُس سے پرہیز نہ کرنا یہی حکم رکھتا ہے جب کہ باغ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ولم تظلم منہ شیئاً۔ یعنی وُہ میوے اور پھل جو ہر سال (باغ) لاتا ہے اس میں سے کچھ کم نہ کیا۔ لہٰذا "من الظالمین" کے یہ معنی ہوں گے کہ جن لوگوں نے اپنی ذات سے ثواب کا حصہ کم کیا اُن میں سے ہو جائیں گے۔ ابراہیم نے کہا اے حسنیہ! آدمؑ و حواؑ نے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین[۵] کیوں کہا (یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی ذات پر ظلم کیا اگر تُو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ فرمایا تو ہم نقصان میں رہیں گے) جبکہ تُو کہتی ہے کہ انہوں نے ایک سنّت کو ترک کیا اور وُہ گناہ نہ تھا۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم! انہوں نے اپنے نفس پر ظلم کا اقرار کیا اور بخشش چاہی۔ اور خدا سے مغفرت طلب کرنا گناہ پر نہیں دلالت کرتا کیونکہ ظلم کے معنی نقصان کے ہیں۔ اور چونکہ منفعت اُن سے ضائع ہوئی اس لئے رحمت اور بخشش طلب کی اور یہ طلب

۵ سورۃ اعراف آیت ۲۳۔

کرنا عبادت ہے کہ جس سے خدا کے ثواب کے مستحق ہوئے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں تھی کہ وُہ گناہ کے مرتکب ہُوئے۔ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے: انا استغفر اللہ فی کلّ یوم سبعین مرۃ۔ یعنی میں ہر روز ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں اور آنحضرتؐ کا کوئی گناہ نہیں تھا۔ اور دُوسرے انبیاء و اولیاء کی عبادت وُہ ہے کہ اپنی عبادت کو بہت کم سمجھتے ہیں۔ اور معمولی ترک ادب کو گناہ عظیم جانتے ہیں اگرچہ اُن سے کوئی گناہ وجود میں نہیں آتا۔ لیکن خدا کی بارگاہ میں اپنے تئیں ذلّت و خواری کے ساتھ اپنے آپ کو مجرم قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا اُن کا اپنی طرف ظلم کا اعتراف اور اس سے طلب مغفرت دلیل گناہ نہیں۔ ابراہیم نے کہا اے حسنیہ جب ایسا ہے تو آدمؑ کو عاصی اور گمراہ نہیں کہنا چاہیئے حالانکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وعصیٰ اٰدم ربہ فغویٰ (آدمؑ اپنے رب کی نافرمانی کی اور گمراہ ہوگئے) حسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم سمجھ کہ اکثر قرآنی آیتیں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اُن کے اہلبیتؑ کے قول کے بموجب لائق تاویل ہیں اور اُن کے ظاہر پر حکم نہیں کیا جاسکتا۔ سمجھ لے کہ عصیان مخالفت کو کہتے ہیں جیسا کہ واجبات میں ہے اور مندوبات (مستحبات) میں بھی ہے اور آداب میں بھی ہے۔ لیکن مندوبات و آداب کی مخالفت ملامت و عذاب کی مستحق نہیں ہوتی۔ اور آیت میں غوایت گمراہی کے معنی میں نہیں ہے۔ یعنی نقصان اُٹھانے اور (فائدہ سے) محروم رہنے کے معنی میں ہے۔ یعنی اس کی مخالفت کی جس کے ترک کرنے کا ہم نے حکم دیا تھا، اور جو ثواب ہم نے اُس کو دیا تھا اُس سے محروم رہا۔ اُس کو ضائع کیا۔ اور غوایت اہلِ عرب کے اشعار میں بہت آئی ہے۔ ابراہیم نے کہا جب آدمؑ و حوّاؑ نے معصیت نہیں کی تو خدا نے کیوں ان کو برہنہ کرکے بہشت سے نکال دیا اور زمین پر بھیج دیا۔ حسنیہ نے کہا خدا نے آدمؑ کو خلافتِ زمین کے لئے پیدا کیا تھا جیسا کہ فرماتا ہے: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں) اگر آدمؑ اُس درخت سے تناول نہ کرتے تو اُن کو بہشت سے خدا باہر نہ کرتا اور زمین پر اس میں آبادی کے لئے نہ بھیجتا۔ لہٰذا اُن کو بہشت

سے خارج کرنا اور برہنہ کرنا گناہ کی سزا نہ تھی۔ کیونکہ عذاب ایک تکلیف ہوتی ہے جو ہتک اور بے عزتی کے لئے دُوسرے کو پہنچائی جاتی ہے۔ اور آدمؑ کی ہتک باہر کرنے سے ایک مصلحت پر مبنی تھی جیساکہ فقیری اور بیماری میں مصلحتہً مبتلا کرتا ہے عذاب کے طور سے نہیں۔ ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ نوحؑ کے بارے میں کیا کہتی ہے کہ انہوں نے دعا کی اور خدا نے اُن کی قوم کو طوفان میں غرق کرکے ہلاک کر دیا پھر حضرت نوحؑ دُعا کرنے سے پشیمان ہوئے اور اس دُعا کرنے کے سبب سے پانچ سو برس تک روتے رہے۔ اسی زیادتی گریہ کے سبب سے اُن کا نام نوح ہوگیا۔ اس سے پہلے اُن کا نام عبدالعلی تھا۔ حُسنیہ نے یہ حکایت سُنی اور ہنسی اور کہا کہ اے ابراہیم یہ حکایت قرآن کے خلاف ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:۔ یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا قوم۔ (قوم نے نوحؑ سے کہا اے نوح تم نے ہم سے جدال کیا اور ہم سے جھگڑا بڑھا بھی لیا) اس کے پانچ سو سال بعد طوفان آیا۔ لہٰذا پہلا جھوٹ تو ثابت ہوگیا۔ اور یہ جو تُو نے کہا کہ نوحؑ اپنی دُعا سے پشیمان ہوئے تو دو حال سے خالی نہیں ہے اگر قومِ نوحؑ مسلمان ہوگئی تھی اور نوحؑ نے دعا کی تو وُہ لوگ غرق ہوئے اور یہ خود کفرِ عظیم ہے کہ شیخ المرسلین دُعا کرے تاکہ عالم کو طوفان گھیر لے اور کتنے ہی ہزار مسلمان ہلاک ہوجائیں۔ اور اگر وُہ لوگ کافر تھے تو نوحؑ کی ندامت و پشیمانی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ دشمنانِ خدا و رسُول ہلاک ہوئے۔ خدا نے ان کے اور آدمؑ کے حق میں فرمایا ہے:۔ ان اللّٰہ اصطفیٰ اٰدمؑ و نوحاؑ و اٰلِ ابراھیم۔ (خدا نے آدمؑ اور نوحؑ اور آلِ ابراہیمؑ کو برگزیدہ کیا) اے ابراہیم مذہب کی حقیقت اس طرح ایک تماشا ثابت ہوئی۔ میں نے ایسے مہملات تمہارے ایسے لوگوں سے بہت سُنے ہیں۔ واضح ہو کہ بنی اُمیہ اور اُن کی پیروی کرنے والے بلکہ ان سے پہلے جو لوگ امرِ خلافت و امامت کے ظلم و تعدی سے دعویدار ہوئے تھے باوجود اس کے کہ ان کو اس منصب کا کسی طرح حق نہ تھا اُن سے اکثر اوقات ظلم اور فسق ظاہر ہُوا۔ وُہ مسائلِ دینی اور احکام فرقانی کے سمجھنے سے عاجز اور بے بہرہ تھے اور بعض اوقات حالتِ جنابت میں نماز پڑھاتے تھے پھر

نماز قطع کر کے اظہار جنابت کرتے تھے اور بعض مست و بے ہوش نماز پڑھاتے اور صبح کی نماز چار رکعت پڑھ جاتے تھے۔ ایسے ہی افعال کے مانند اگر تمام خرابیوں کی تعداد بیان کر دوں تو خلیفہ کے تکدر کا باعث ہوگا۔ اور جب بعض اہلبیتؑ رسولؐ میں سے یا صحابہ کبارؓ میں سے جو ایمان سے موصوف تھے ان کو نصیحت اور ملامت کرتے تھے اور اکثر عوام ان کو سرزنش کرتے تھے تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے پیروی کرنے والوں کو الزام سے بچانے کے لئے یہ تمام کفر و زندقہ خدا اور رسول کی جانب منسوب کرتے تھے اور تمام انبیا کو جو معصوم و مطہر ہیں معصیت، لغزشوں اور خطاؤں سے متہم کرتے تھے اور ظاہر قرآن پر عمل کرتے اور فاسد تاویل کو صحیح ثابت کرنے کیلئے حدیثیں وضع کرتے تھے اور تمام آیاتِ قرآنی کی احادیث موضوعہ کے مطابق تاویل کی اور عقل کو نقل کے ترازو پر رکھ دیا۔ چونکہ عوام میں شبہات دفع کرنے کی اہلیت نہ تھی طلب علم کا بیان نہیں کرتے تھے۔ وہ تقلید و پیروی میں اُسی کے مثل قیاس کرتے تھے اور تمیز کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ نفسانی خواہش اور عقل و رضائے الٰہی میں فرق نہ کرتے تھے اور ناپائیدار امارت و عزّت و حکومتِ پنج روزہ کی ترغیب سے ثواب ابدی اور دائمی عذاب کی پروا نہ کرتے تھے۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سو دو سو سال تک مذاہب وضع کرتے تھے اور ان کے مقلدوں نے ان مذہبوں کو رواج دیا اور انصاف کے طریقہ اور مذہب حق کی طرف توجہ اور کوشش نہ کی اور اس قول پر اکتفا کی کہ انا وجدنا اٰبآئنا علیٰ امة و انا علیٰ اٰثارھم مھتدون۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا اور ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں، تو خداوند عالم نے ان کے جواب میں فرمایا لقد کنتم انتم و اٰبآؤکم فی ضلال مبین (تم اور تمہارے باپ دادا کھلی ہوئی گمراہی میں پڑ گئے)، بعض نے معلّم کی تعلیم پر قناعت کی اور انصاف سے راہ حق کی تلاش نہ کی کہ دوسرے معلم کا مذہب کیا ہے اور وہ کیا کہتا ہے تاکہ اقوال میں موازنہ کرتے۔ اور بالغ نظری اور عقل سلیم سے صحیح راستہ اختیار کرتے۔ باوجود اس کے ہر ایک "انا مع الحق" (ہم حق پر ہیں)، کا دعوٰے کرتا ہے۔ اور خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے: کل حزب بما لدیھم

فرحون دہر گروہ اُس مذہب پر جو اُس کا ہے خوش و مطمئن ہے، اے ابراہیم! سمجھ لے کہ ان
مذہبوں میں سے حق ایک کے علاوہ نہیں ہوگا۔ اور جناب رسولِ خدا کا ارشاد دلیل ہے ستفترق
امتی علیٰ ثلثۃ وسبعین فرقۃ واحدۃ منہا ناجیۃ والباقون فی النار۔ یعنی
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بہت جلد میری اُمت تہتر فرقوں میں متفرق ہو جائے گی اور ایک فرقہ ناجی ہوگا، باقی
سب جہنم میں جائیں گے۔" صحابہ کے ایک گروہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ فرقہ ناجیہ کون ہے؟
فرمایا وہ جس پر میں اور میرے اہلبیت ہیں اور اسی اثناء میں فرمایا کہ مثل اھلبیتی کمثل
سفینۃ نوح من رکبھا نجی ومن تخلف عنھا غرق۔ (میرے اہلبیت کی مثال
سفینہ نوحؑ کی سی ہے جو اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے کنارہ کشی کی وہ غرق ہوا)
اے ابراہیم تمام اُمت ان دونوں حدیثوں کی صحت پر متفق ہے اور تمام اہلبیتؑ و اصحابِ رسولؐ
نہ معتزلی تھے نہ حنفی نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی۔ بے شک وہ فرقہ واحدہ وہ لوگ ہیں جو رسولِ خدا
اور ان کے اہلبیتؑ کے پیرو ہیں۔ اس صورت سے کہ اصولی مسائل میں اُن کا اعتقاد ایک دوسرے
کے خلاف ہے۔ اور ان فرقوں میں سے کوئی فرقہ یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ ہم ناجی ہیں
سوائے اس گروہ کے جو اہلبیت رسولؐ کا پیرو ہے۔ اے ابراہیم مجھ کو اپنے قتل اور ہلاک ہونے
کا کوئی خوف نہیں ہے۔ میں خوفزدہ نہیں ہوں اور پنج روزہ زندگی کی مجھے کوئی پروا نہیں
ہے اور ہمیشہ خدا سے شہادت کی طالب رہتی ہوں۔ آج میں بالکل صحیح اور واضح طور
سے بیان کرتی ہوں کہ خلیفہ وقت پر ظاہر ہو جائے یہ کہ تم کہتے ہو اور تم سے پہلے بھی لوگوں
نے کہا ہے کہ تمام اشقیا کی شقاوت، کفر و فسق اور تمام خیر و شر خدا کی تقدیر اور ارادہ پر ہے،
اور بندہ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ تم چاہتے ہو کہ ان نامناسب اور مہمل طریقوں سے ان مظالم
پر پردہ ڈالو جو اصحابِ ضلالت نے اہلبیتِ رسولؐ پر کئے ہیں۔ جیسے غصبِ امامت و خلافت
اور غصبِ فدک اور جناب سیدۃ النساء العالمین کو ایذا دینا۔ اور صحابہ کبار کو ستانا، اور
آزار پہنچانا اور جگر گوشۂ رسولؐ حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دینا، سید الشہداء حضرت

امام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد اور ان کے اصحاب کو قتل کرنا اور خمس اولادِ رسولؐ سے روک دینا اور آنحضرتؐ کے ابن عم، بھائی اور وصی کے ساتھ جنگ کرنا، ابوذر غفاریؓ کو جلاوطن کرنا، عبداللہ بن مسعود کو زدوکوب کرنا اور ان کا قرآن جلانا، عمار یاسر کو شہید کرنا، اور بہت سے اصحاب کبار کو قتل کرنا اور منجنیق سے خانہ کعبہ پر آگ برسانا۔ اور قبلۂ اسلام کو خراب کرنا، اور مدینہ میں مسلمانوں کا قتل کرنا اور ہزاروں مومنوں کو اُن کے محبِ اہلِ بیت ہونے کی وجہ سے قتل کرنا، اور لاکھوں ظلم و فساد و بدعت جو اُن سے ظاہر ہوئی جن کی تعداد و شمار سے زبان عاجز و قاصر ہے۔ اس بارے میں اصحاب کبار اور محبان و شیعیان اہلبیت رسولؐ اور مخصوصین و تابعین جو ایمان سے متصف تھے اُن کو ملامت اور سرزنش کرتے تھے اور خفی و جلی لعن سے ان کی تواضع کرتے تھے، اور اُن کے افعال قبیحہ پر طعن کرتے تھے اور ملامت کر کے خدا و رسولؐ اور عذاب آخرت سے اُن کو ڈراتے تھے۔ لیکن وہ لوگ اصحاب ضلالت سے ملامت و افعالِ قبیحہ دفع کرنے اور شیخین کے افعال و کردار کو جائز اور مناسب ثابت کرنے کی کوشش اور خلفائے بنی اُمیہ کے اعمال شنیعہ کو چھپانے اور اُن کے افعال ذمیمہ و کفر و بدعت پر اہلِ عالم کے مطاعن و ملامت وغیرہ دفع کرنے کے لئے یہ اعتقادات اور بدعتیں وضع کرنا اور یہ کہنا کہ بندہ اپنے فعل کا مختار خود نہیں ہے یہ تمام افعال خدا کے ہیں۔ خدا نے اسی طرح روزِ ازل سے مقدر فرمایا ہے۔ اسی سبب سے انبیاء سے گناہوں کی نسبت دی ہے اور معصوم کو جھوٹ اور فسق اور ناشائستہ کاموں سے متہم کیا ہے اور تم بھی انہی کی پیروی کرتے ہو اور کر لیتے ہو۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ عصمت نبوت اور امامت کے لئے شرط ہے اور عقلی دلیلوں اور آیت اذابتلیٰ ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما۔ قال ومن ذریتی قال لاینال عهدی الظالمین ۝ (اور جب ابراہیمؑ کو ان کے پروردگار نے چند امور میں آزمایا اُنہوں نے اُن سب کو پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا کہ میں نے تم کو لوگوں کا امام بنایا۔ ابراہیمؑ نے کہا پالنے والے میری ذریت میں سے بھی بنا۔ خدا نے فرمایا میرا یہ عہد ظالموں

تک نہیں پہنچے گا۔) یعنی خدا نے ظالم سے امامت کی نفی فرمائی ہے۔ اور ظلم کی دو قسم ہے ایک ظلم اپنے نفس پر اور دوسرا وہ جو دوسروں پر ہو۔ جو شخص ان دونوں ظلموں سے پاک و بری ہو وہ معصوم ہوگا۔ لہٰذا امامت میں عصمت کی شرط ہے۔ اور فرماتا ہے:۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ "شرک بہت بڑا ظلم ہے" اور توبہ کرنے والا مشرک امامت کے منصب و مرتبہ کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی اس اعتقاد پر ہو تو تم اس کو رافضی کہتے ہو۔ اور اس کا قتل واجب جانتے ہو۔ اے ابراہیم تو معاویہ کی پیروی کرتا ہے اور اپنے آپ کو سنتِ پیغمبرؐ کی پیروی کرنے اور سنی ہونے کا اظہار کرتا ہے اور انبیاء کو فاسق و فاجر کے درجہ میں لاتا ہے۔ اگر کسی کا یہ اعتقاد نہ ہو تو تم اسے کافر کہتے ہو۔ چونکہ حسنیہ کے دل میں محبتِ اہل بیت کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور وہ مسند فصاحت و بلاغت پر بیٹھی تھی مسلسل مخالفین کے مذہب اور اہلبیتؑ کی عصمت و طہارت پر دلیلیں قائم کرتی جاتی تھی۔ ہارون اور اس کے مطیع و فرمانبردار لوگوں کے جسم اپنے اعمال قبیحہ اور افعال ناشائستہ کے سبب کانپ رہے تھے اور سب کے سب شرمندہ اور سر جھکائے ہوئے حیرت میں غرق تھے۔ علماء کو بولنے کی طاقت اور سوال و جواب کی قوت نہ تھی۔

ابراہیم نے کہا اے حسنیہ! تو اپنے اختیار میں نہیں رہ گئی ہے اور صحابہ و تابعین کی قدح و فضیحت اور ان پر طعن و تشنیع تو نے خوب کی۔ اگرچہ محبت و مودت اہلبیت رسولؐ سب پر لازم و واجب ہے۔ اس بارہ میں کسی کو تیرے ساتھ نزاع نہیں۔ لیکن مودت و محبتِ اصحاب کبار و خلفائے عالی مقدار بھی سب پر واجب ہے جو حضرت سرورِ کائناتؐ کے جانشین تھے اور ان کی خلافت پر امت کا اجماع ہے۔ خصوصاً ابوبکر جن کو خدا نے آیۂ غار میں رسولؐ اللہ کا مصاحب فرمایا ہے اور ان کی اس آیت میں بہت سی فضیلتیں موجود ہیں۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم خدا کی قسم آیۂ غار میں ابوبکر کی کوئی فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ آیت ان کے کفر و فضیحت کا باعث ہے۔ اے ابراہیم بیان کر کہ آیۂ غار میں ابوبکر کی

فضیلت حضرت ابوبکر کی تردید۔

کیا فضیلتیں ہیں۔

ابراہیم نے کہا خدا فرماتا ہے الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروھا۔ (سورۃ توبہ پ۱۰ آیت ۴۰) "اگر تم اس (رسولؐ) کی مدد نہ کرو گے تو (کچھ پروا نہیں) اُس نے اس کی اُس وقت مدد کی جب کافروں نے اس کو گھر سے نکال دیا جب وُہ دونوں غار میں تھے تو دو میں سے دوسرے نے اپنے ہمراہی سے کہا کہ غم مت کر خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے رسولؐ پر تسکین نازل کی اور فرشتوں کے لشکر سے ان کی مدد کی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔" (پہلی فضیلت) یہ کہ رسولؐ کے ساتھ اُن کی ہمراہی۔ اگر اُن سے زیادہ کسی کو رسولؐ اللہ دوست رکھتے تو اُسی کو اپنے ساتھ لے جاتے تاکہ ان کا انیس و جلیس ہوتا۔ (دوسرے) یہ کہ خدا نے اُن کو رسولؐ کا مصاحب کہا۔ (تیسرے) یہ کہ خدا و رسولؐ اُن کو محزون و مغموم نہیں دیکھ سکے۔ اُن کے حزن و خوف و ترس کو دُور کرنے کے لئے فرمایا: لا تحزن۔ یعنی غمگین مت ہو۔ (چوتھے) یہ کہ ان اللہ معنا بلفظ جمع فرمایا یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے۔ لہٰذا اس کے یہ معنی ہوئے کہ خدا، رسولؐ اور ابوبکرؓ کے ساتھ تھا۔ اے حسنیہ! اس آیت سے ابوبکرؓ کو کمال فضیلت حاصل ہے۔ اب تُو کیا کہتی ہے۔ حُسنیہ ہنسی اور کہا اے ابراہیم جواب سُن! یہ وُہ فضیلتیں ہیں جو عوام کی آنکھیں بند کرتی ہیں لیکن جن کو چشم بصیرت و عقل کامل حاصل ہے وُہ گمراہ نہیں ہوتے اور ان مناقب سے کسی کو افضلِ اُمت نہیں کہتے اور خاندان عصمت و طہارت پر مقدم نہیں کرتے۔

اے ابراہیم تُو نے پہلی فضیلت جو بیان کی کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اس لئے ابوبکر کو اپنے ساتھ لے گئے کہ ان کو سب سے زیادہ دوست رکھتے تھے، واللہ تُو نے غلط کہا جن لوگوں نے ایسا اعتقاد کیا غلط کیا ہے۔ اے ابراہیم! تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جبریلؑ رسُولؐ اللہ پر نازل ہوئے اور کہا کہ کفار آج رات آپ کے قتل کے ارادہ سے آئیں گے۔ چاہئے

کہ آپ کے صحابہ میں سے کوئی آج رات گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور خدا کا حکم یہ ہے کہ علی بن ابی طالب کو جو آپ کے بھائی اور جان کے برابر ہیں اپنی جگہ پر سُلا دیجئے جو اپنی جان آپ کے لئے فدا کر دیں گے اور آپ فلاں غار کی طرف چلے جائیں۔ جب رات کا وقت قریب آیا رسولِ خدا نے اصحاب کو بلا کر حکم دیا کہ تم میں کوئی آج رات کو گھر سے باہر نہ نکلے کیونکہ اس میں خدا کی کچھ مصلحت ہے۔ یہ سُنکر سارے اصحاب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ اس کے بعد حضرتؐ نے اپنے بھائی کو طلب فرمایا اور کہا اے علیؑ خدا کا حکم ہے کہ تم میرے بستر پر سو رہو تاکہ میں کافروں کے شر سے محفوظ ہو کر شہر مکہ سے نکل جاؤں اور فلاں غار میں چلا جاؤں۔ یہ بات امیرؑ المومنین کو مطلق گراں معلوم نہیں ہوئی اور نہایت خلوص و محبت سے عرض کی یا رسولؐ اللہ میری ہزار جانیں خدا کے فرمان پر فدا ہو جائیں۔ اس میں خصوصیت یہ ہے کہ نفسِ رسولؐ محفوظ رہے اور باوجود صغر سنی کے خائف و ہراساں نہ ہوئے۔ جناب رسولِ خدا ان سے بغلگیر ہوئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور بہت روئے۔ پھر فرمایا اے علیؑ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور ان کو اپنی جگہ پر سُلایا اور روانہ ہو گئے۔ ناگاہ دیکھا کہ ایک شخص حضرتؐ کے برابر چلا آتا ہے۔ حضرتؐ ٹھہر گئے۔ جب وہ شخص نزدیک پہنچا تو حضرتؐ نے پہچان لیا کہ وہ ابوبکر ہیں۔ فرمایا میں نے کیا حکمِ خدا تم کو نہیں سُنایا تھا کہ آج رات کوئی شخص باہر گھر سے نہ نکلے۔ تم نے حکمِ خدا کی مخالفت کیوں کی؟ کہا یا رسولؐ اللہ! میرا دل آپ کے لئے خوف زدہ تھا مجھ سے نہیں ہو سکا کہ گھر میں بیٹھا رہوں۔ آنحضرتؐ متحیر تھے کہ کیا کریں۔ اس لئے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ کسی کو اپنے ساتھ غار میں لے جائیں۔ اسی وقت جبریلؑ آ پہنچے اور کہا یا رسولؐ اللہ! خدا کی قسم اگر آپ ان کو چھوڑ دیں گے تو کفار ان کو پکڑ کر آپ کے پیچھے آ جائیں گے اور آپ کو ضرور قتل کر دیں گے۔ لہٰذا ان کو اپنے ہمراہ لے جائیے۔ اس لئے رسولؐ ان کو ہمراہ لے گئے اور غار میں داخل ہوئے۔

اے ابراہیم ابوبکر نے حکمِ خدا و رسولؐ کی مخالفت کی اور گھر سے باہر نکلے۔ اور یہ جو میں نے بیان کیا اسی پر اجماعِ اُمت ہے کہ پیغمبر ضرورت کے سبب ان کو ہمراہ لے گئے تاکہ ایسا نہ ہو

کہ کفار کے ہاتھ میں گرفتار ہو جائیں اور یہ (معاذاللہ) آنحضرتؐ کی رسوائی کا سبب ہو۔

دوسرے یہ کہ تجھ کو معلوم ہو کہ پروردگار عالم نے ابوبکر اور دوسرے ساتھیوں کے نفاق کی خبر آنحضرتؐ کو دے دی تھی اور ان تمام باتوں سے جو بعد رسولؐ اُن کے اہلبیتؑ کے ساتھ واقع ہوئیں۔ مختصر یہ کہ چونکہ پیغمبرؐ اُن سے مطمئن نہ تھے اُن کو اپنے ساتھ لے گئے:۔

یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۷ پ۴) (وہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں) ایسی ہی کتنی ہی آیتیں ان لوگوں کے نفاق کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اے ابراہیم! جناب رسولؐ خدا ہمراہیوں سے بے نیاز و مستغنی تھے۔ ان کو انس پروردگار سے تھا۔ جبریلؑ اُن کے انیس و جلیس تھے۔ بجنود لم تروھا (اُس لشکر سے خدا نے مدد کی جن کو تم نہیں دیکھتے تھے) اس پر گواہ ہے۔ اے ابراہیم تو نے یہ جو کہا کہ خدا نے ان کو رسولؐ کا ساتھی کہا تو صحبتِ رسولؐ سے ان کو کوئی شرف و فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔ اس مصاحبت سے انہوں نے رسولؐ خدا کی کوئی تکلیف دفع نہیں کی اور دین کے دشمنوں سے محاربہ و مقاتلہ نہیں کیا اور کسی موقع پر رسولؐ کی مدد نہ کر سکے اگر موجود بھی رہے۔ چنانچہ قصص و تواریخ میں دوسروں کے حالات جس طرح مذکور ہیں ان کے بھی ہوتے۔

دوسرے یہ کہ قرآن میں صحیح طور سے واقع ہے کہ کافر کی مومن کے ساتھ مصاحبت ہوتی ہے۔ اور کافر کو مومن کا مصاحب کہا ہے جیسا کہ فرماتا ہے:۔ قال لہ صاحبہ وھو یحاورہ اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سوّٰک رجلا (سورہ الکہف آیت ۳۷، پ۱۵) (اس کے ساتھی نے اس سے کہا جو اس سے مشغولِ گفتگو تھا کہ کیا تو اس پروردگار کا انکار کرتا ہے جس نے تجھے نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے بالکل مناسب مرد بنا دیا۔ دوسرے نوحؑ کی بیوی کافرہ تھی، حضرت نوحؑ کی مصاحبہ تھی۔ اسی طرح لوطؑ کی بیوی بھی تھی۔ اور گدھے کو بھی صاحب کہا ہے۔ اور یہ عرب میں مثل مشہور ہو گئی ہے کہ بئس الصاحب الحمار۔ یعنی گدھا برا ساتھی ہے۔" اور اصحاب کہف کا کتا بھی ان کا صاحب تھا۔ اسی طرح ابوبکر بھی غار

میں ساتھی تھے۔ اس سے کیا حاصل کہ نفاق سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ رسول خدا کی ہمراہی کی۔ اے ابراہیم! تو نے تیسری فضیلت لاتحزن کو بیان کیا یعنی پیغمبرؐ نے انتہائی محبت و شفقت کے ساتھ فرمایا کہ "غم نہ کر"۔ اے ابراہیم! اُس حال میں ابوبکر کا حزن جبکہ رسولِ خداؐ کے ساتھ تھے نہایت خوف اور بُزدلی کے ساتھ اطاعت تھا یا معصیت تھا۔ ابراہیم نے خوف سے کچھ جواب نہ دیا۔ حسنیہ نے کہا کہ اگر اطاعت تھا تو رسُولؐ اللہ نے ان کو اطاعت سے منع کیا خدا کی پناہ ایسے اعتقاد سے کہ پیغمبرؐ کسی کو اطاعت سے منع کرے۔ اگر ان کا حزن معصیت تھا اور ان کا خوف اعتقاد کی کمزوری اور خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ ہونے کے سبب سے تھا، تو معصیت سے ان کو اس ہمراہی کا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ پیغمبرؐ طالب طاعت ہیں نہ کہ معصیت کے وُہ معصیت سے منع کرنے والے ہیں نہ کہ طاعت سے۔ اے ابراہیم! حُزنِ ابوبکر اُن کے صبر کی قلت اور خدا کی قضا و قدر پر ان کے راضی نہ رہنے کی دلیل ہے اور صحبت رسُولؐ پر اُن کی ناراضی ثابت ہے۔ ان کا رسُولؐ کے قول پر اعتقاد نہ تھا اس لئے کہ غار کی طرف چلنے کے موقع پر حضرتؐ نے ان کو آگاہ کر دیا تھا کہ مَیں حکمِ خدا سے اس غار کی طرف جا رہا ہوں لیکن دُشمنوں کے شر سے محفوظ و مامون رہوں گا۔ دوسری بات جو تم کہتے ہو کہ ابوبکر رسُولؐ اللہ کے انیس و جلیس تھے اور پیغمبرؐ ان کو نہایت محبت سے غار میں لے گئے تھے تو پھر یہ کیا تھا کہ ابوبکر نہیں جانتے تھے کہ پیغمبرؐ شرِ اعداء سے رہائی حاصل کرنے کے لئے بحکمِ خدا غار کی طرف گئے تو یہ رونا دھونا کیا تھا کہ نزدیک تھا کہ پیغمبرؐ کو رسوا کریں بلکہ اُن کی غرض شورِ حزن و بکا سے یہ تھی کہ کفار مطلع ہو جائیں۔ مگر خدا کی مرضی نہ تھی۔ وُہ رسولؐ کا محافظ و ناصر تھا۔ اے ابراہیم! اگر ابوبکر کا رسُولؐ پر ایمان ہوتا تو خدا سانپ کو ان کے پیر میں کبھی کاٹنے نہ دیتا جس طرح کہ پیغمبرؐ کی شرِ کفار سے حفاظت کی باوجود اس کے کہ جمع کثیر غار کے گرد پھرتے رہے اور آنحضرتؐ کے پائے اقدس کے نشان نے اُن کو غار تک پہنچا دیا تھا۔ اس کے باوجود خدا نے حضرتؐ کو شر اعداء سے محفوظ رکھا۔

اے ابراہیم اور یہ فضیلت جو تُو نے بیان کی کہ رسُولؐ اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا کہ ان اللہ معنا یعنی خدا ہمارا محافظ ہے "۔ رسُولؐ کی غرض یہ تھی کہ خدا میرا حافظ و ناصر ہے تو ابو بکر کے شامل بھی رہا ہو گا۔ ان کو اس صورت میں کیا فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ خدا نے قرآن میں تصریح فرمائی ہے:۔ ما یکون من نجوی ثلاثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذالک ولا اکبر الا ھو معھم۔ اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہو کہ خدا فرماتا ہے کہ جب تین شخص راز میں گفتگو کرتے ہیں تو خدا ان کا چوتھا ہوتا ہے۔ اور اگر پانچ شخص راز میں باتیں کرنے والے ہوتے ہیں تو خدا ان کا چھٹا ہوتا ہے۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ کہ خدا ان کے ساتھ ہے "۔ اور یہ آیت تمام کفار، یہود و ترسا کے شامل حال ہے اور مومن وغیرہ بھی ہیں۔ لہٰذا ابو بکر کو اور ان کے محبوں کو اس سے کیا حاصل ہوا۔

اے ابراہیم! مثال کے طور پر سُن! ایک شخص کا کوئی جانور ہے مثلاً گھوڑا، خچر یا گدھا اور چوروں کے خوف سے کسی گھر میں یا کسی درہ میں لے جائے اور کہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو اُس حیوان کو کیا فضیلت حاصل ہو گی۔ جب حسنیہ کی تقریر یہاں تک پہنچی ہارون بہت ہنسا باوجودیکہ وُہ بہت متعصب تھا اور اہل بیت کے ساتھ سخت دشمنی رکھتا تھا۔ حُسنیہ پر حق تعالےٰ نے اس کو مہربان کر دیا تھا۔ اگر طعن کرنے والوں کے طعن یا منصب خلافت اور غرور اس کو مانع نہ ہوتے تو اُٹھ کر حسنیہ کے گرد پھرنے لگتا اور اُس کے ہاتھ چُوم لیتا۔

دوسری بار حسنیہ نے کہا اے ابراہیم ابھی ابو بکر کے مطاعن آیۂ غار میں بے شمار ہیں۔ اور ان کے سب سے زیادہ رسوا اور ایمان سے بے بہرہ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے: فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ "پھر اللہ نے اس پر (محمدؐ پر) تسکین نازل فرمائی "۔ یہ ضمیر جناب رسُولؐ خدا کی طرف راجع ہے کیونکہ ضمیر واحد مذکر تنہا شخص کی طرف راجع ہے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سکینہ کا نزول ابو بکر پر نہیں ہوا وُہ اس سے محروم رہے۔ اگر اُن پر سکینہ کا نزول ہُوا ہوتا تو خدا فانزل اللہ سکینتہ علیھما فرماتا۔ یعنی "خدا نے ان دونوں پر سکینہ نازل کیا "۔ خُدا

کی قسم ابوبکر کے عدم ایمان اور کفر پر یہ دلیل ہے۔ اس وجہ سے کہ خدا نے دو جگہ قرآن میں یہ خبر دی کہ جناب رسولؐ خدا پر سکینہ نازل کیا۔ اول اس آیتِ غار میں جو گذری، اور دوسرے غزوۂ حنین میں جب لشکرِ اسلام کو شکست ہوئی اور ابوبکر و عمر و عثمان اور بہت سے صحابہ نے راہِ فرار اختیار کی اور رسولؐ کو کافروں میں چھوڑ دیا سوائے امیر المومنین علی علیہ السلام اور اُن نو ہاشمی دوسرے اصحاب کے جو نہیں بھاگے۔ اور امیر المومنینؑ کے ساتھ میدانِ قتال و جدال میں دادِ مردانگی دے رہے تھے، اور جان کی پروا ان کو نہ تھی اور جنگ کا خیال مقدم رکھا۔ خدائے تعالےٰ نے فرمایا لقد نصرکم اللّٰہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللّٰہ سکینتہ علےٰ رسولہ و علے المومنین۔ (سورہ توبہ آیت ۲۵، ۲۶۔ پ۱) یعنی خدا نے بہتیرے مقامات پر تمہاری مدد کی خاص کر یوم حنین جب تم کو اپنی تعداد کی زیادتی پر غرور ہو گیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر خدا نے اپنی تسکین اپنے رسولؐ اور مومنین پر نازل کی۔

اے ابراہیم چونکہ روزِ حنین مومنین حضرتؐ کے ہمراہ تھے اس لئے نزول سکینہ رسولؐ اور مومنین پر ہوا۔ اور غار میں ابوبکر کے سوا کوئی ہمراہ مومن نہ تھا اس لئے فرمایا فانزل اللّٰہ سکینتہ علیہ۔ اور ابوبکر کا ذکر نہیں کیا۔ اگر فی الحقیقت ابوبکر صاحب ایمان ہوتے تو ضمیر واحد کے بجائے تثنیہ کی ضمیر ہوتی اور علیہ کے بجائے علیہما فرماتا۔ اے ابراہیم چونکہ غار میں ان کا حزن و تزلزل قطعی معصیت تھا اور عدم سکینہ کو تقویت دینے والا تھا لہٰذا اُن کو اس آیتِ غار سے کوئی شرف نہیں حاصل ہوا، بلکہ ان کا ایمان سے بے بہرہ ہونا ثابت ہوا۔ اور اس قسم کی فضیلتوں سے ان کا کفر ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسرے ان کے فضائل جو بیان کرتے ہو اور دنیا والوں کی نگاہوں میں بصورتِ فضیلت پیش کرتے ہو موضوعہ حدیثیں خلائق کی زبانوں پر

حفظ کراتے ہو اور جماعت فساق و فجار بلکہ اشد کفار کی فضیلت خاندانِ اہلبیتؑ کے معصوموں پر ثابت کرتے ہو۔ اور علیؑ ابن ابی طالب جنہوں نے اپنی جان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کی تھی اور جناب سرورِ عالمؐ کی جگہ پر سوئے تاکہ ان کو رسولؐ کے بدلے کفار قتل کر دیں۔ اور حضرت احدیتؐ نے تمام آسمان و زمین کے فرشتوں پر مباہات کیا ہو۔ اور فرمایا ہو کہ میں نے تم میں سے ہر ایک دو فرشتے کے درمیان برادری قائم کی (ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا) تم میں کون ہے کہ اپنی جان اپنے بھائی پر نثار کرے؟ فرشتوں میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔ تو خدا کا حکم ہوا کہ جاؤ اور علیؑ بن ابی طالب کو دیکھو کہ اُس نے اپنی جان میرے حبیب اور رسولؐ پر فدا کر دی ہے۔ خدا کے حکم سے گروہ در گروہ فرشتے نیچے زمین پر آتے اور امیر المومنینؑ کی زیارت کرتے تھے۔ اور جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو خدا کا حکم ہوا کہ علیؑ کے سرہانے اور پائنتی کھڑے ہوں اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کریں۔ اور یہ آیت اُس رات (شب ہجرت) علیؑ کے حق میں نازل ہوئی کہ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ (سورہ بقرہ آیت ۲۰۷ پ ۲) یعنی انسانوں میں ایک وُہ ہے جو خدا کی رضا کے عوض اپنے نفس کو بیچتا ہے اور یہ تمام باتیں تمہاری کتابوں میں لکھی ہیں اور تمہاری تفسیروں میں مسطور ہیں ان کو کیوں نہیں ظاہر کرتے۔ ان فضائل کو بیان اور ظاہر نہیں کرتے ہو۔ اور چونکہ اُس رات امیر المومنینؑ پیغمبرؐ کی جگہ پر سوئے اور اپنی جان رسولؐ پر فدا کی اور اپنی جان کی پروا نہ کی اور حضرتؐ کے مدینہ جانے کے بعد اُن کے اہل و عیال پر اُن کے قائم مقام تھے اور اُن کے اہلِ حرم اور جمع کثیر کو اور ان کے تمام اسباب و سامان یعنی اونٹ و گوسفند تنہا مکہ سے باہر نکال لائے اور مدینہ پہنچایا حالانکہ کفارِ قریش گروہ گروہ حضرتؐ کے قتل و غارت کے ارادہ سے حضرتؑ کے سدِ راہ ہوئے لیکن کسی کی مجال نہ ہوئی کہ ایک تار اُن کا لے لیتا۔ اور علیؑ نے سب کو بصحت و سلامت مدینہ میں رسولِ خدا کی خدمت میں پہنچایا۔ اگر کسی کو مہاجر کہیں تو اس کو کہیں کہ جس میں ایسے فضائل پائے جائیں۔ لہذا جب حضرت علیؑ فرشِ رسولؐ پر اُن کے قائم مقام تھے اور ان کے اہل و عیال کو مدینہ پہنچانے میں قائم مقام تھے

اور سورۃ برات کی تبلیغ بحکم خدا اُن سے متعلق ہوئی، پھر وُہ قائم مقام و جانشینِ رسول کیوں نہ ہوتے۔

اے ابراہیم! ابوبکر رسول اللہ کے ساتھ غار میں تھے اور غار سے رسول اللہ کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ لہٰذا صحیح نہیں ہے کہ وُہ مہاجر تھے۔ اس لئے کہ خداوند عالم فرماتا ہے و من یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ و رسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علے اللہ (سورۃ نساء، آیت ۱۰۰ پ۵)۔ جو شخص اللہ و رسول کی طرف ہجرت کر کے اپنے گھر سے نکلے پھر اُس کو راستہ میں موت آجائے تو اُس کا اجر خدا کے ذمہ ہو گیا"۔ تجھ کو معلوم ہو کہ رسول اللہ کی ہجرت خدائے کریم کی طرف اور مومنوں کی ہجرت حضرت رسولِ کریم صلعم کی طرف۔ اور جو شخص رسول کی طرف ہجرت کرے چاہئے کہ اس کی ہجرت رسول اللہ کے بعد ہو۔ چونکہ ابوبکر رسول اللہ کے ساتھ مکہ سے نکلے، جائز نہیں کہ رسول اللہ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہو۔ خدا کی قسم اس لئے کہ ابوبکر رسول کے نوکر و ملازم و خادم تھے اور رسول ان کے اور خدا کے درمیان واسطہ تھے۔ اور رسول بلاواسطہ خدا کے پرستش کرنے والے تھے۔ جب ابوبکر رسول اللہ کے ساتھ تھے تو جائز نہیں کہ ہجرت میں رسول اللہ کے شریک ہوں۔ اور ہجرت رسول سے متعلق نہیں ہو سکتی سوائے رسول کی ہجرت کے بعد کے۔ اگر کسی نے اُن سے پہلے ہجرت کی ہو اور ایمان میں سچا نہ ہو تو کہیں کہ وُہ مہاجر ہے، تو وُہ مہاجر نہیں ہے۔

جب حُسنیہ کی گفتگو یہاں تک پہنچی ہارون نے اپنے وزیر یحییٰ کو اپنے پاس بُلایا اور کہا کہ حسنیہ نے میرے ابن عم کی امامت پر دلیلیں لانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اے یحییٰ اگر حسنیہ میرے مذہب پر ہوتی تو میں اُس سے نکاح کر لیتا۔ یحییٰ نے کہا اے امیر المومنین! وُہ جس مذہب پر بھی ہو انعام و اکرام سے اس کو سرفراز کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد ہارون نے کہا قرآن قدیم ہے یا حادث؟ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی بھی حقیقت معلوم کروں۔ ابراہیم شرمندگی کے ساتھ خاموش تھا۔ پھر اس نے کہا میرا اعتقاد ہے کہ قرآن قدیم ہے۔ اس لئے کہ کلام خدا حروف و آواز کا غیر ہے اور کلام خدا کی صفت ہے اُس کی

ذات کے ساتھ قائم ہے اور خدا کی صفتیں قدیم ہیں اور خدا نے مخلوقات سے پہلے اس کو پیدا کیا۔
ہارون نے یہ سُنکر مُنہ اس کی طرف سے پھیر لیا۔ پھر حُسنیہ سے کہا تو اس کے متعلق کیا کہتی ہے
حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! عیسائی تین قدیم مانتے ہیں اور خدائے تعالیٰ اُن کی تکفیر فرماتا ہے:۔
لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ۔" ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ خدا تین کا تیسرا ہے"۔ ان قدیم میں سے ایک باپ ہے، ایک بیٹا ہے اور ایک روح القدس۔ اوّل سے خدا کو مراد لیتے ہیں، دُوسرے سے حضرت عیسےٰؑ کو تیسرے سے جناب جبرئیل علیہ السّلام کو۔ اور کہتے ہیں کہ اگر تین قدیم نہ ہوں تو خدا میں نقص لازم آتا ہے۔ اور تم اشاعرہ نے نوؔ قدیم ثابت کئے ہیں۔ ذاتؔ۔ قدرتؔ۔ ارادہؔ۔ ادراکؔ۔ کلامؔ۔ سمعؔ۔ بصرؔ۔ علمؔ۔ حیاتؔ۔ تمہارے نزدیک یہ تمام کے تمام قدیم ہیں۔ تمہارا کفر بحکم صریح قرآنی تین مرتبہ ثابت ہے اور تم چھ درجہ عیسائیوں سے کفر میں زیادہ ہو۔

اے ابراہیم! کلام خدا کیونکر قدیم ہے اس لئے کہ اہلبیتؑ رسُولؐ اور تمام اہلِ عقل کے نزدیک یہ حروف منظوم ہیں جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اور ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا قادر ہے جو حروف و اصوات کو جس جسم میں چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اسی اعتبار سے اس کو متکلم کہتے ہیں اور یہ کہ کلام مرکّب ہے۔ بے شک حروف مرتب ہوا۔ بعض قبل و بعض بعد ہے۔ اور وُہ تمام چیزیں جن میں تقدیم و تاخیر ہو وُہ حادث ہے۔ اس لئے کہ جس کا وجود نہ ہو اُس سے کسی شئے کا امر کرنا اور کسی شئے سے منع کرنا محال ہے۔ اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے اور محمدؐ محدث ہیں پھر قرآن ان کا معجزہ کیونکر قدیم ہو سکتا ہے۔ اگر کہیں کہ قدیم دونوں دفتیوں کے درمیان ہے یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ دفتیوں کے درمیان کتابت ہے اور یہ بدیہی ہے کہ کتابت حادث ہے اور اگر کہیں کہ آواز کے حروف قدیم ہیں تو وُہ بھی محال ہے کہ حرف اور آواز قدیم ہوں کیونکہ ان میں سے بعض بعض سے مقدم و موخر ہیں اور بعض بعض سے پہلے ہر ایک زمانہ کے انتہا تک ہے اور اس میں گھرا ہُوا ہے۔ اور جو چیز ایسی ہو وُہ قدیم نہیں ہو سکتی۔

اگر کہیں کہ قدیم وُہ معانی ہیں جو کتابت اور حروف اور آواز سے مفید اور سمجھنے کے قابل ہوتی ہے۔ اور وُہ معانی یا امر ہیں یا نہی یا قصے یا خبریں یا وعدہ یا وعید یا ناسخ یا منسوخ۔ جیساکہ میں نے کہا کہ محال ہے معدوم کو کسی شے سے وعدہ کرنا یا وعید کرنا۔ کسی چیز سے کسی چیز کا حکم کرنا اور کسی شے سے منع کرنا۔ اور خداوند تعالےٰ بھی فرماتا ہے: فلیاتوا بحدیث مثلہ (کوئی حدیث (کلام) اسی کے مثل لائے) حدیث سے مراد قرآن ہے۔ اور حدیث قدیم کے مقابل میں ہے۔ اور جو چیز حادث ہوتی ہے قدیم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حق تعالےٰ فرماتا ہے:۔ ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث (سورۃ انبیاء آیت ۲، پ ۱۷) "جب خدا کی طرف سے کوئی جدید حکم آتا ہے"۔ ذکر سے مراد قرآن ہے۔ اور اس دلیل سے ہے کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○ (سورۃ حجر آیت ۹، پ ۱۴) "بلا شبہ ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔ محدث قدیم کے مقابل میں ہے۔ اگر قرآن قدیم ہوگا تو انبیاء و اولیاء و صالحین۔ فساق و فجار اور سارے کفار جن کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے سب قدیم ہوں گے۔ حُسنیہ دلیلیں پیش کرتی جاتی تھی۔ ابراہیم سر جھکائے ہوئے تھا۔

حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم!۔ تُو نے کہا کہ خدا قبل مخلوقات آمر و ناہی (حکم کرنے والا اور کسی کام سے روکنے والا) تھا۔ لہٰذا اس کے متعلق کیا کہتا ہے جو خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے: یاایھا الناس اتقوا اور یا ایھا النبی ان یؤذن لکم (اے انسانو! تقویٰ اختیار کرو۔ اور۔ اے نبیؐ تم سے لوگ اجازت طلب کریں) اے ابراہیم! کوئی شخص گھر میں تنہا بیٹھا ہو اور کہے اے سالم آ! اور اے غانم جا! اور اے قابل اٹھ اور اے مقبل بیٹھ۔ اگر کوئی شخص (یہ سُنکر) اُس سے کہے کس کو بلاتے ہو اور کس سے بات کرتے ہو اور وُہ جواب دے کہ میرے دل میں ہے کہ تیس ۳۰ سال بعد چند غلام خریدوں گا اور اُن کے نام سالم، غانم، قابل و مقبل رکھوں گا۔ میں اُنہی کو بلاتا

اور انہی سے گفتگو کرتا ہوں۔ تو ہر صاحب عقل ایسے شخص کو جو معدوم سے خطاب اور کلام کرے، حماقت سے منسوب کرے گا اور پاگل کہے گا۔ اے ابراہیم! کیونکر جائز ہے کہ جو باتیں احمقوں اور پاگلوں سے منسوب ہوں وُہ تم خدا سے نسبت دیتے ہو۔

یہ سُنتے ہی ہارون کے حکم سے ایک طبقِ زر لاکر حُسنیہ کے سر پر نثار کیا گیا اور تمام ارکانِ دولت اور دُوسرے ممالک کے سفراء و عقلا نے جو اس جلسہ میں موجود تھے حُسنیہ کی بہت تعریف کی۔ اور اکثر بادشاہ جو اطراف و جوانب سے اُس وقت دارالخلافہ میں حاضر تھے ان کے دلوں میں محبتِ اہلبیتؑ جاگزیں ہوگئی اور اہلبیتؑ کا مذہب اُن پر حق ثابت ہوگیا۔ لیکن بنی عباس کا غلبہ ملاحظہ کر کے اپنے طریقہ کا اظہار نہ کر سکے۔ تاہم سب نے حُسنیہ کو دُعائیں دیں اور سب کے سب اُس کی فصاحت و بلاغت سے غرقِ حیرت تھے۔ اکثر علمائے اشاعرہ شرمندگی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ اور ابراہیم کرسئ زریں پر خجل اور منفعل بیٹھا تھا۔

پھر حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! اس زمانہ میں تُو سب علماء سے زیادہ عالم اور افضل ہے اور میں ایک کنیز بے اعتبار جس کو کافروں سے گرفتار کر کے قیدی کی حیثیت سے لائے ہیں اور چند ناقص درم میں خرید کیا ہے اور مجھے بہتر و روشن طریقۂ اسلام تعلیم فرمایا ہے اور دین کی عزت سے مشرف ہوئی ہوں اور معرفتِ ذات واجب الوجود میں نے حاصل کی اور دیدۂ بصیرت کھول کر اپنے پیغمبرؐ و امامؑ کو پہچانا لیکن میرے دل میں چند شبہات ہیں۔ میں تحقیق اور یقین حاصل کرنے کے لئے تجھ سے دریافت کرنا چاہتی ہوں، لڑائی اور تیرا امتحان لینے کے لئے نہیں۔ لہٰذا میری مشکلیں حل کر دے تو واجب ہو جائے گا کہ میں تیری مدح کروں جس قدر مجھ سے ممکن ہو۔ اور آج کے بعد تیری خدمت میں زندگی بسر کروں۔

اے ابراہیم! یہ بتا کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وُہ نہ یہودی ہوتا ہے نہ ترسا، نہ

مسلمان نہ مشرک اور نہ شیعہ ہوتا ہے نہ سُنی ۔ اُس کے باپ ماں اُس کو مسلمان یا کافر یا یہودی یا ترسا یا مومن یا منافق وغیرہ بنا دیتے ہیں ۔ اور جس کا اعتقاد باطل ہو، دو حال سے خالی نہیں ۔ یا یہ کہ اپنے اعتقاد کو حق تصور کرتا ہے اور اُس پر مضبوطی سے قائم رہتا ہے ۔ یا یہ جانتا ہے کہ اُس کا اعتقاد باطل ہے اور فریب کے ساتھ حق کو چھپائے رہتا ہے اور لوگوں کو اُس پر فریفتہ کرتا ہے ۔ پھر ان دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہوتا ہے ۔ اے ابراہیم ! بتا کہ اگر کوئی شخص تحقیق احدیت کرے تو وہ خدا کی ہدایت سے ہو گا یا کتب کے ذریعہ سے یا دونوں سے ؟ ابراہیم نے خوف سے کوئی جواب نہ دیا ۔ حُسنیہ نے کہا تو اعلم زمانہ ہے جواب نہیں دیتا ۔ میں اپنے مشکلات کی کس سے تحقیق کروں ۔ ابو یوسف جو ابو حنیفہ کا شاگرد تھا سر اُٹھا کر بولا اے حُسنیہ ! تیرا سوال تحقیق کے لئے نہیں بلکہ طعن و تشنیع و اعتراض کی صورت سے ہے ۔ جو تُو چاہے سوال کر ۔ حُسنیہ نے کہا معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے بہت سی حدیثیں سُنی ہیں اور بہت سی تفسیروں کا مطالعہ کیا ہے جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور امام حسنؑ و امام حسین علیہم السلام اور سلمانؓ، ابو ذرؓ اور مقدادؓ سے منقول ہیں ۔ اور اس ملک میں بعض لوگ ان کے خلاف کہتے ہیں ۔ اور تم بھی اُن مقدس حضرات کے مخالف ہو ۔ ان حدیثوں اور تفسیروں کو باطل جانتے ہو ۔ اور جو شخص ان پر عمل کرتا ہے اُس کو کافر سمجھتے ہو ۔ تمہارے منقولات معاویہ، عمر عاص، انس بن مالک اور عائشہ وغیرہ سے ہیں ۔ بے شک لوگوں کے اختیار میں حق بھی ہے، باطل بھی ۔ سچ بھی ہے جھوٹ بھی ۔ ناسخ اور منسوخ بھی ہے ۔ دو گروہ جن کی مخالفت ایک دوسرے سے تمام خلائق پر ثابت ہے ۔ بتاؤ ان دونوں میں کس نے جھوٹ کہا اور پیغمبر پر افترا کیا اور موضوعہ حدیثیں دُنیا والوں تک پہنچایا ہے اور قرآن کی موضوعہ حدیثوں کے مطابق تاویل کی ۔ حالانکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری حدیثیں چار طرح کے لوگوں سے تم تک پہنچیں گی کہ ان میں پانچویں قسم نہیں ہے ۔ لوگوں نے پوچھا

وُہ چار طرح کے لوگ کون کون سے ہیں؟ فرمایا اوّل مرد منافق جو زبان سے ایمان ظاہر کرتا ہے اور دل سے مُسلمان نہیں ہوتا اور نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ اور خدا و رسولؐ پر جھوٹ بولنے سے مطلق خوف نہیں کرتا۔ اگر مُسلمان یہ جان لیں کہ وُہ منافق ہے پھر بعد میں وُہ پیغمبرؐ پر افترا کرے تو اُس سے قبول نہ کریں اور اُس کی بات کا یقین نہ کریں۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ وُہ پیغمبرؐ کی صحبت میں رہا ہے۔ آنحضرتؐ کو دیکھا ہے۔ اُن حضرت سے سُنا ہے اس لئے اس سے اُس حدیث کو قبول کر لیتے ہیں اور اعتبار کرتے ہیں حالانکہ اُس کے حال سے آگاہ نہیں ہوتے اور اُس کے نفاق پر مطلع نہیں ہوتے۔ جیسا کہ پروردگار عالم منافق کی صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔ اذا رایتھم تعجبک اجسامھم وان یقولوا تسمع لقولھم (سورۃ منافقون آیت ۴ پ ۲۸) "اے رسولؐ! جب تم ان منافقوں کو دیکھتے ہو تو اُن کے لمبے چوڑے جسم تم کو تعجب میں ڈال دیتے ہیں اور جب وُہ گفتگو کرتے ہیں تو تم غور سے سُنتے ہو" تو جب پیغمبرؐ نے ان کو نہ پہچانا، تو دُوسرے کیسے پہچان سکتے ہیں۔ اے ابو یوسف! جبکہ لوگوں نے اُن منافقوں کو نہ پہچانا اور اُن کے کلام کو قبول کیا اور اُن کو مسلمانوں پر حاکم قرار دیا، تو دوسرا کیونکہ پہچان سکتا ہے۔ بیشک لوگ دُنیا کے بادشاہوں کے تابع ہوتے ہیں سوائے اس کے جس کی خدا حفاظت کرے۔ یہ تھی ان چار قسموں میں سے ایک قسم۔

دوسری قسم کے وُہ لوگ ہیں جو حدیث بیان کرتے ہیں۔ وُہ مرد جس نے رسُولِ خدا سے سُنا ہے اور یاد رکھتا ہے۔ لیکن اس میں غلطی کر جاتا ہے کیونکہ سہو و نسیان معصومؑ کے سوا ہر ایک سے ممکن ہے۔ مگر اس شخص نے جان بُوجھ کر پیغمبرؐ پر افترا نہیں کیا بلکہ وُہ حدیث اُس کو یاد نہیں رہی۔ وُہ کہتا ہے کہ مَیں نے ایسا رسُولِ خدا سے سُنا ہے تو اگر مُسلمان جانتے کہ وُہ حدیث غلط ہے تو یقیناً اُس کو روایت نہ کرتے۔

تیسری قسم ان کی جنہوں نے حدیث روایت کی ہے وُہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص نے

رسُولِ خدا سے سُنا ہو اُس چیز کے بارے میں جس کو حضرتؐ نے منع فرمایا ہے۔ اُس کے بعد اُس کا حکم دیا ہو کہ اس کو کرو۔ وُہ راوی حاضر نہ تھا۔ اور اُس نے ممانعت تو سُنا اور یاد رکھا۔ اُس نے منسوخ کو سُنا اور ناسخ کو نہیں جانتا۔ اگر وُہ شخص جانتا کہ وُہ حدیث منسوخ ہے تو روایت نہ کرتا؛ اور اگر مُسلمان جانتے کہ وُہ حدیث منسوخ ہے تو اس سے قبول نہ کرتے۔

چوتھی قسم ان لوگوں کی جو روایتِ حدیث کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی رسُولِ خداؐ پر خوف اور حضورؐ کی تعظیم کے سبب مطلق غلطی اور سہو نہیں کرتا ان امور میں جو سُنے ہوئے ہوتا ہے کہ جس طرح خدا اور رسُولؐ نے فرمایا ہے بغیر کمی و زیادتی کے بالکل اُسی طرح روائت کرتا ہے۔ وُہ ناسخ و منسوخ سے آگاہ ہوتا ہے اور ناسخ پر عمل کرتا رہتا ہے اور منسوخ کو ترک کر دیتا ہے۔ بیشک قرآن میں ناسخ و منسوخ، خاص و عام، محکم و متشابہ ہے۔
پروردگارِ عالم فرماتا ہے: ما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا (پ۲۸ سورۃ حشر آیت) "جو کچھ تمہیں رسولؐ دے دیں اُس کو لے لو اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو"۔ لہٰذا جو شخص اُس میں مشتبہ ہو تو اُس نے نہیں سمجھا کہ خدا و رسُولؐ کی مراد کیا ہے، کیا کرے؟ لہٰذا بتاؤ کہ کس گروہ کے قول پر عمل کرے۔ ان لوگوں کے اقوال پر جن کی طہارت و پاکیزگی کی خدا نے گواہی دی ہے اور فرمایا ہے:۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا[۵۰] (یقیناً خدا ارادہ رکھتا ہے کہ اے اہلبیتِ (رسولؐ)، ہر قسم کی برائی تم سے دُور رکھے اور تم کو اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے"۔ باوجود عصمت و طہارت کے ابتدائے عمر سے آخر عمر تک ہمدم و محرمِ رسُولِ خدا اور رسُولؐ کے صاحبِ راز رہے ہوں۔ کیا اُن کی روایت پر عمل کرنا اولٰے ہے یا اُن کے غیروں کی روایت پر؟ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ تمام اصحابِ رسُولؐ کو رسُولؐ سے سوال کرنے کی طاقت نہ تھی اور ہر چیز کی

۵۰ پ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۳۳

تحقیق و جستجو نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ خدا نے اُن کو رسولؐ سے سوال کرنے کی ممانعت فرمادی تھی جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے: یا ایھا الذین امنو الا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم یعنی اے ایمان والو! سوال مت کرو (رسولؐ سے) ان چیزوں کے بارے میں جو اگر ظاہر ہو جائیں تو تمہارے حق میں بُرا ہوگا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اصحاب نے سوال کرنا ترک کر دیا، اور ہمیشہ اس آرزو میں رہتے تھے کہ کوئی اعرابی آئے اور سوال کرے تو وُہ بھی سنیں۔ میرے مولا جعفر بن محمد علیہما السلام نے روایت کی ہے اور مَیں نے اُن سے سُنا ہے اور انہوں نے اپنے جدّ علی بن الحسین علیہما السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار حضرت ابو عبد اللہ الحسین علیہم السلام سے روایت کی ہے اور انہوں نے اپنے پدر عالی مقدار حضرت امیر المومنینؑ سے روایت کی ہے اور امام المتقین سید الاوصیا المرضیین ابا الائمۃ المعصومین و وصی رسولِؐ رب العالمین علی بن ابی طالبؑ نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا اے سلمان میں ہر شب جناب رسولؐ خدا کے پاس جاتا تھا اور آپ سے راز کی باتیں کرتا اور ہر روز حضرتؐ کے ساتھ ایک مرتبہ تنہائی میں باتیں ہوتیں۔ جو کچھ حضرتؐ مجھ سے پوچھتے میں جواب دیتا۔ اور مَیں حضرتؐ کے ساتھ ہوتا جہاں حضرتؐ ہوتے۔ اور پیغمبرؐ کے تمام اصحاب جانتے ہیں کہ میرے سوا کسی کی ایسی مجال نہ تھی اور میرے سوا کسی کو آنحضرتؐ اپنا محرم راز نہیں جانتے تھے۔ اور کسی کی میرے سوا مجال نہ تھی کہ خلوت میں آنحضرتؐ کے پاس جاتا۔ اور زیادہ تر حضرتؐ میرے گھر میں خلوت فرماتے اور جب میں پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ کسی اپنے گھر میں خلوت فرماتے، اور اپنی بیویوں اور دُوسرے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیتے تھے اور مَیں تنہا پیغمبرؐ کے ساتھ ہوتا۔ اور جب وُہ میرے گھر میں خلوت چاہتے تو فاطمہؑ اور میرے فرزندوں کو ہٹا دیتے۔ اُس وقت میں حضرتؐ سے اتنے سوال کرتا کہ کسی شخص کو سوائے آنحضرتؐ کے ان کے جواب کی طاقت نہ ہوتی مگر آنحضرتؐ ازراہِ شفقت و مہربانی میرے سوالوں کا جواب مرحمت فرماتے اور جبریلؑ میرے سامنے آپ سے

گفتگو کرتے اور کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہ کہتے۔ میں تمام باتیں سُنتا اور کسی دُوسرے کو یہ مرتبہ سوائے میرے میسّر نہ تھا۔ اور جب میرے سوالات ختم ہو جاتے۔ خود حضرت ابتداء فرماتے۔ اور قرآن کی کوئی آیت نازل نہ ہوتی مگر حضرت مجھے تعلیم فرماتے اور حلال وحرام اور امر ونہی، طاعت ومعصیت میں جو چیز حضرت کو معلوم ہوتی وُہ حضرت مجھ کو تعلیم فرماتے اور میں اپنے قلم سے لکھتا جاتا۔ مجھ کو حضرت آیتوں کی تاویل سے آگاہ فرماتے۔ ان کے ظاہر و باطن بتلاتے۔ جو کچھ آپؐ نے فرمایا میں نے یاد کر لیا اور اُن میں سے مَیں نے کچھ فراموش نہیں کیا۔ جب حُسنیہ کی تقریر یہاں تک پہنچی، ہارون اور اہلِ مجلس بہت روئے اور سب نے حُسنیہ کے کلام کی تصدیق کی۔ اور ابراہیم گویا دردِ قولنج میں مبتلا ہوگیا اور شرم سے سر جُھکا لیا تھا۔ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! چونکہ تُو نے تفسیر وحدیث کے راویوں کے احوال و اقوال سُنے۔ اب مَیں تجھ سے دُو گروہوں کے اعتقادات بھی بیان کرتی ہوں۔ بتا ان میں کس گروہ کا اعتقاد حق کے مطابق ہے اور کون باطل اعتقاد رکھتا ہے۔

تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہلبیتِ رسولؐ اور ان لوگوں کے اعتقادات جو اُن کے طریقہ پر ہیں یہ ہے کہ خدا کو حکیم وعادل و پاک ومنزہ جانتے ہیں اور صفات کو عین اُس کی ذات سمجھتے ہیں (یعنی وُہ صفتوں سے معرّا ہے)، تمام شرف و بزرگیاں اُسی کے لئے سمجھتے ہیں اور ہر چیز پر اُس کو قادر اور ہر شے کا عالم جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ قبائح کا فاعل نہیں ہے۔ جو فعل اُس سے صادر ہوتا ہے وُہ حکمت ومصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ وُہ ظالم نہیں ہے۔ اور تکلیف کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ نہیں دیتا۔ بندہ اپنے اختیار سے ہر عمل کرتا ہے اضطرار و اضطراب سے نہیں۔ نیک اعمال پر ثواب دیتا ہے اور بُرے کاموں پر سزا دیتا ہے امر ونہی حادث ہے اس لئے کہ جس کا وجود نہ ہو اُس کو کوئی حکم دینا محال ہے۔ وُہ اُن چیزوں پر قادر ہے جن پر بندے قادر نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ ہرگز بندوں کو فسق وکفر کی اجازت نہیں دیتا۔ ظلم وفسق اور کفر اُس کی تقدیر سے نہیں ہیں۔ اور وُہ ظلم ذرہ برابر نہیں کرتا۔ جب کوئی

اس کی عبادت کرتا ہے اس کی محنت سے زیادہ اجر دیتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ اس کا دیکھنا محال جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سب انبیاء، تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہیں اور اُنپر سہو و نسیان جائز نہیں سمجھتے۔ اور کہتے ہیں کہ تمام انبیاء و اوصیا کو خدا نے معین و مقرر فرمایا ہے اور کسی پیغمبر کے وصی کو اس کی اُمت نے مقرر نہیں کیا اور کوئی پیغمبر بغیر وصیت کے دنیا سے نہیں گیا۔ اور ہمارے پیغمبرؐ جو افضل انبیا ہیں ان کے وصی کو جو بحکم الٰہی سیدِ اوصیا ہیں خدا نے مقرر فرمایا ہے جس پر قرآنی آیتیں گواہ ہیں۔ پیغمبرؐ نے متقدمین امت کا اجماع ہے کہ غدیر خم میں بحکم الٰہی ان کی خلافت و امامت کی وصیت فرمائی۔ اور کہتے ہیں کہ رسولِ خدا کے خلفاء بارہ ہیں اور سب کے سب بنصِ الٰہی قرآنی معصوم و مطہر ہیں، صاحب معجزہ و ولایت ہیں۔ اور صاحب علمِ لدنی اور تمام علوم موافق و مخالف کے جامع ہیں۔ کوئی شخص اُن کی عصمت و طہارت و علم و سخاوت و قرابت و زہد و کرامت کا انکار نہیں کر سکتا۔ ان کے مشاہد مقدسات عالمین کے قبلۂ حاجات ہیں اور ان کا مطیع بحکمِ خدا و رسولؐ ناجی ہے اور ان کا منکر ملعون و مردود اور اشد کفار ہے۔ کہتے ہیں کہ دُنیا پروردگار کے لطف سے کبھی خالی نہیں رہتی چاہیئے کہ اس میں ہر زمانہ میں امام معصوم ہو اور منصوص۔ اور یہ بات عقلی و نقلی دلیلوں سے قرار دی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اجماع جو نص کے مخالف ہو باطل و بے اعتبار ہے۔ فاجروں اور فاسقوں کے اجماع کا ہرگز اعتبار نہیں کرتے۔ اور بے طہارت نہیں رہتے۔ بغیر نیت وضو اور غسل نہیں کرتے۔

حُسنیہ نے ابو یوسف سے کہا کہ مطیع اہلِ بیت جب تک پانی نہ ملے وضو نہیں کرتے اور دونوں ہاتھوں سے مُنہ نہیں دھوتے۔ کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ الیمین للوجہ والیسار للفرج۔ یعنی داہنا ہاتھ مُنہ دھونے کے واسطے ہے اور بایاں ہاتھ پاخانہ و پیشاب کے مقامات پاک کرنے کے لئے ہے۔ وُہ کان اور گردن کا مسح نہیں کرتے۔ اس کو بدعت جانتے ہیں کیونکہ حکمِ خدا کے خلاف ہے۔ وضو میں پیروں کو نہیں دھوتے۔ نماز کو بغیر نیت کے دُرست

نہیں سمجھتے۔ اور سورۃ حمد پڑھتے وقت بسم اللہ نہیں ترک کرتے۔ اور فاتحہ کے معنی کسی دُوسری زبان میں تجویز نہیں کرتے۔ سُورۃ کی جگہ پر دو درختِ سبز نہیں کہتے۔ رکوع و سجود و قیام و قعود جس طرح رسُولؐ و اہلبیتؑ اور صحابۂ کبارؓ نے فرمایا ہے اُسی طرح بجالاتے ہیں۔ اور بجائے سلام کے گوز نہیں چھوڑتے۔ حسنیہ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی ہارون اور حاضرین جلسہ سب ہنسنے لگے اور ابو یوسف کا مذاق اڑانے لگے۔

پھر حُسنیہ نے کہا خرگوش کا گوشت حلال نہیں جانتے اس لئے کہ وُہ حیض میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور کُتے کی کھال دباغت کے بعد بھی پاک نہیں سمجھتے۔ جوش کی ہوئی شراب کو حلال نہیں جانتے۔ اور نہیں کہتے کہ لڑکا ماں کے پیٹ میں چار سال تک رہتا ہے۔ یہ کہتے ہی حسنیہ نے شافعی پر نگاہ کی اور اس کو ہنسی آگئی۔ شافعی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ پھر دُوسری مرتبہ حُسنیہ نے کہا وُہ یہ بھی نہیں کہتے کہ اپنی ماں یا اپنی بہن کے ساتھ دانستہ نکاح کرنے والے سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ اور نہیں کہتے کہ حد اُس پر سے ساقط ہوتی ہے جو عضوِ تناسل پر کپڑا لپیٹ کر کعبہ کے راستہ میں اپنی ماں کے ساتھ جماع کرے۔ وُہ اس کے بھی قائل نہیں کہ لواطہ کرنے والے پر حد نہیں ہے۔ اور قیاس پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ پہلے جس نے قیاس کیا ابلیس ملعون تھا۔ اور کہا تھا کہ انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین ۝ (میں اس (آدمؑ) سے بہتر ہوں تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے)، دوسرے جس نے قیاس پر عمل کیا وُہ ابو حنیفہ تھا اور تیسرا اے ابو یوسف تُو ہے۔ اور نہیں کہتے کہ ہماری امان اور نجات مشیتِ خدا پر ہے اور یقین رکھتے ہیں کہ ہم فرقۂ ناجیہ ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پاک و مطہر و معصوم ہیں اور اپنے محبوں کے شفیع ہیں اور اپنے مخالفوں کے ہلاک کرنے والے ہیں (یعنی دوزخ میں بھیجنے والے ہیں)، اور اُن کو بحکم نص الٰہی و حدیثِ رسُولؐ ظالم و کافر و ملعون جانتے ہیں۔ اور تعصب و کینہ نہیں رکھتے۔ اپنے نفس کی راحت کے لئے کسی کے خون اور مال کو حلال نہیں سمجھتے۔ اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت کے

مطابق داہنے ہاتھ میں انگشتری پہنتے ہیں۔ دُوسروں کی دُشمنی میں ترک سنّت نہیں کرتے۔ اور درُود اپنے پیغمبرؐ اور ائمہ اطہار پر بھیجتے ہیں اور نہیں کہتے کہ صلوات اہلبیتؑ رسُولؐ پر جائز نہیں۔ اور معاویہ و یزید کی پیروی نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ خدا نے فرمایا ھوالذی یصلی علیکم وملائکتہ (سورۃ احزاب آیۃ ۴۳ پ ۲۲) (وہ خدا وہ ہے جو خود تم پر درُود بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی) اور علی بن ابی طالبؑ کو امیر المومنینؑ کہتے ہیں اور بحکمِ خدا و رسُولؐ اس لقب کو اُنہی حضرتؑ سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رسُولؐ خدا کے زمانہ میں تمام اشخاص اُن حضرتؑ کو امیر المومنین کہتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ زمان رسولؐ میں کوئی شخص سوائے حضرت علیؑ کے کسی دُوسرے کو امیر المومنین نہیں کہتا تھا۔ اور کہتے ہیں کہ بحکمِ آیہ انما ولیکم اللہ و رسولہ الخ (سورۃ مائدہ آیۃ ۵۵ پ ۶) اکثر اصحاب زمانہ رسُولؐ اللہ میں ان کو ولی اللہ کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے اور ولی المومنین کہتے تھے اور ان پر صلوات بھیجتے تھے اور اُن کے دشمنوں کی ظاہری اور پوشیدہ لعنت سے تواضع کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کی پاکی وطہارت اور عصمت پر اجماع اُمّت ہے۔ اور اُن کے دشمنوں اور مخالفوں کے کفر پر اُمّت کے خواص کا اجماع ہے اور ان لوگوں کے جنہوں نے ان کے حقوق کو غصب کیا۔ اور کہتے ہیں کہ رسُولؐ کے اہلبیتؑ کے پیرو ہم ہیں۔ مخالفین اکثر اعمال اور مستحب عبادتیں جو عمل میں لاتے ہیں اور اُس کو سنّتِ رسُولؐ کہتے ہیں وُہ جھُوٹے ہیں اور افترا کرتے ہیں۔ اور جو عبادتیں شیخین کے زمانہ میں مشہور ہوگئیں یہاں تک حُسنیہ نے گفتگو کی تھی کہ علمائے بغداد برہم ہوگئے اور شور و غل مچانے لگے اور دوات جو شافعی کے پاس رکھی تھی اُس کو لے کر حُسنیہ کو مارا۔ ہارون ہنسا اور بولا اے شافعی وُہ ایک کنیز ہے، ہم نے اس کو معافی دے دی ہے، جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے۔ اس کے قتل سے کیا ہوتا ہے۔ اگر کچھ صلاحیت ہو تو اس کو قرآن و حدیث رسُولؐ سے قائل کرو۔

حُسنیہ نے جب ہارون کی جانب سے شہ پائی کہا اے شافعی تجھ کو زیبا نہیں کہ

علماء کے درمیان تو بیٹھے تیرے لئے یہی فضیلت بہت ہے کہ تو اپنے زعم میں اپنی ماں کے شکم میں چار برس رہا اور اپنے باپ کے مرنے کے چار برس بعد پیدا ہوا اور اب اس مسئلہ میں تو فتوائے دیتا ہے اور اس نسب کے باوجود تو اہلبیتؑ کی مخالفت کرتا ہے۔ پہلے تو اہلبیتؑ کے طریقہ و مذہب پر تھا اور اپنے آپ کو ان کے ایک خادم اور ملازم کی حیثیت سے جانتا تھا اور ابتداء میں ابوحنیفہ کی ہجو کرتا تھا اس کے اہلبیتؑ رسولؐ سے مخالفت کی وجہ سے اور قصیدہ میں ہجو اور مطاعن اور اُس کے اجتہاد کی غلطی اور قیاس پر عمل کرنا وغیرہ نظم کیا ہے اور یہ سب حاضرین مجلس پر واضح و عیاں ہے اور اب حصولِ جاہ بے اعتبار دنیا کے عوض دین کو فروخت کر دیا اور تجھ کو بھی امامت و پیشوائی کی آرزو ہوئی مثل ابوحنیفہ کے اور تو اس کا رفیق بن گیا۔ اے شافعی نوحؑ باوجود طول عمر و کثرت عبادت کے اور حضرت ابراہیمؑ باوجود خلت کے اور جناب موسیٰؑ باوجود درجۂ کلیم کے اور ذوالقرنینؑ اور سلیمانؑ باوجود سلطنت و حکومت کے اور داؤدؑ باوجود شوکت و قوت کے اور حضرت عیسےؑ باوجود رفعت و بلندی کے اپنے اپنے سر عقیدت و ارادت سے ہمارے پیغمبرؐ کی ڈیوڑھی پر رکھتے ہیں اور بایں الفاظ تمنا کرتے ہیں اللھم اجعلنی من امۃ محمد صلے اللہ علیہ والہ وسلم (خداوندا ہم کو محمدؐ کی اُمت میں قرار دے)۔ اور آنحضرتؐ کے اہلبیتؑ کاملان دین و برہان و یقین، حافظِ شریعت اور اُمت کے مقتداء اور خدا کے امین اور مفسرانِ قرآن اور خدا کی حجت اور رسولؐ خدا کے اوصیاء اور معصوم ہیں جیسا کہ خدا نے آیۂ تطہیر میں بیان فرمایا اور منصوص من اللہ ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورہ نساء آیہ ۵۹ پ۵) "اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسولؐ کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہیں" اور صادقین کے سردار ہیں اور صدیقین ہیں جن کی صداقت کا ذکر اس آیت میں ہے:۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ۵ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹ پ۱۱) "اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" اور خدا کی خوشنودی اور رضامندی

کے لئے اپنی جان بیچنے والے ہیں جس کا ذکر خدا نے اس آیت میں فرمایا ہے:۔ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۱ پ ۱۱) "بیشک خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور اُن کے مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں"۔ اور طعام مسکینوں، یتیموں اور اسیروں کو کھلانے والے ہیں جس کی شہادت خدا اس آیت میں دیتا ہے:۔ ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکینا ویتیما واسیرا (وہ کھانا کھلاتے ہیں خدا کی محبت میں مسکین و یتیم و اسیر کو (سورۃ دہر آیت ۸ پ ۲۹)، اور راس و رئیس اہلبیتؑ وہ صاحب فضل و شرف ہے جس کی شان میں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے جو تمہاری روایت و قول کے مطابق ہے کہ من اراد ان ینظر الیٰ آدمؑ فی علمہ والیٰ نوحؑ فی تقواہ والیٰ ابراھیمؑ فی خلتہ والیٰ موسیٰؑ فی ھیبتہ والیٰ عیسیٰؑ فی عبادتہ فلینظر الیٰ علیؑ بن ابی طالب (جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو کہ آدمؑ کو ان کے علم میں، نوحؑ کو ان کے تقویٰ میں، ابراہیمؑ کو ان کی خلت میں، موسیٰؑ کو ان کی ہیبت میں اور عیسیٰؑ کو ان کی عبادت میں دیکھے تو اس کو چاہئے کہ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھے)، لہٰذا جب ہمارے پیغمبرؐ کا ایسا ابن عم اور بھائی اور وصی ہو جس کو پیغمبرؐ نے تمام اولوالعزم پیغمبروں کے برابر اے شافعی تمہارے اور تمام اہل اسلام کے زعم میں قرار دیا ہو تجھ کو کس چیز نے مجبور کیا کہ شاہراہِ محبت کو چھوڑ کر ظالمانِ اہلبیت اور گمراہوں کا طریقہ اختیار کیا اور ان اماموں کا دامن پکڑا جن کے حق میں خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے:۔ وجعلنٰھم ائمۃ یدعون الی النار (اور ایسے ائمہ ہیں جو دوزخ کی طرف ہدایت کرتے ہیں)، شافعی انتہائی خجالت و شرمندگی کے ساتھ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ نہ اس کو جواب کی طاقت تھی نہ خطاب کرنے کی مجال تھی۔

پھر حسنیہ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا اے ابراہیم! جس روز سے کہ ابوبکر نے ناحق دعوائے خلافت کیا علی علیہ السلام کے علاوہ اصحاب کبار نے متعدد بار حجت و دلیل کے ساتھ اسکو لاجواب و قائل کیا اور خلائق کے درمیان شرمندہ و بے اعتبار ثابت کرتے رہے اور

وُہ شرمندگی سے سر نیچے کر لیتا تھا اس کو جواب کی طاقت نہ تھی۔ اُس روز سے آج تک کثرت اعدائے دین کے سبب اہلِ ایمان میں سے کسی کو اس امر کی طاقت و جرأت نہ تھی کہ اپنے مذہب کا اظہار اور طریقِ اہلبیتؑ کا حق ہونا ظاہر کرے۔ اور دشمنانِ دین و آلِ محمدؐ کو الزام دے اس صورت سے جیسا کہ آج خلیفۂ زمان اور امیر المومنینؑ کے ابن عم کی بدولت موقع ہاتھ آیا ہے۔ کہ سب کے سب سر جھکائے ہو اور اپنے اور اپنے پیشواؤں کے افعال و کردار سے شرمندہ ہو۔

اے ابراہیم! بتا کہ پیغمبری کوئی شکل و صورت ہے جس کو آنکھوں سے دیکھ سکیں یا انسانی صورت میں معنی ہے جس کو سوائے اہلِ کشف و اہلِ ایمان اس کو مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ اور بتا کہ کیوں پیغمبر بھیجنا خدا پر واجب ہے۔ جب کہ وُہ پیغمبر دنیا سے جائے اور معنی نبوت جو پیغمبری ہے اُسی طرح اُس کا وجود بھی ختم ہو جائے یا یہ کہ کوئی روح جو پیغمبر کی رُوح سے ملتی جلتی ہو اس پیغمبری کی حفاظت کرے تا کہ پیغمبری منقطع نہ ہو جب تک کہ دُوسرا پیغمبر پیدا نہ ہو۔ آیا اس درمیان میں کسی پیشوا کی ضرورت ہے جو دین کو زندہ رکھے یا نہیں۔ اے ابراہیم تجھے خدا کی قسم جواب دے۔ میں نے کبھی نہیں سُنا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں سے کوئی جس نے اپنے بعد کے لئے اپنا جانشین مقرر نہیں کیا اور دنیا سے رخصت ہُوا ہو۔ ابراہیم نے کہا نہیں کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا۔ حسنیہ نے پُوچھا اے ابراہیم! وصی حکم خدا سے مقرر ہوتا تھا یا نبی خود اپنا خلیفہ و وصی تجویز کرتا تھا؟ ابراہیم نے کہا وصی کا تعین حکم الٰہی سے ہوتا تھا۔ حسنیہ نے کہا پھر کیسے جائز رکھتے ہو کہ ہمارے پیغمبر جو تمام انبیاء و مرسلین سے افضل تھے خدا نے اُس کے اور اُس کے دین کے لئے وصی مقرر نہ کیا ہو۔ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے پیغمبر نے وصیت کا اُمت کو حکم دیا ہو اور خود بے وصیت دُنیا سے چلے گئے ہوں اور اُمت اور دین کی حفاظت کے لئے وصی و خلیفہ کا تعین نہ کیا ہو۔ تم لوگ کیسے گمراہ ہو۔ اے ابراہیم چاہیئے کہ پیغمبر وُہ ہو جو امانت کا متحمل ہو جس کا تحمل تمام آسمان و زمین نہ کر سکے جیسا کہ خدائے بزرگ و برتر نے فرمایا ہے:۔ [انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا]

واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا (سورۃ احزاب آیت ۷۲ پ ۲۲) "بیشک ہم نے اپنی امانت زمین و آسمان اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس کا بار اُٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے اور انسان نے اُسے اُٹھالیا بے شک انسان بڑا ظالم اور نادان ہے۔" یا وُہ ہو جو خطا اور غلطی کرے اور مہمل گفتگو کرے اور عاشق پیشہ اور جھوٹا ہو۔ اور لوگوں کو اپنے نفس کے مُدعا کے لئے تکلیف دے۔ تاکہ کچھ لوگ اُس کے ساتھ متفق ہو جائیں اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دیں۔ اُس کے بعد جو چاہیں کریں۔ یا یہ کہ اس پیغمبر کے لئے خدا کی جانب سے کوئی حجت و دلیل ہونی چاہئے اور وُہ میثاق جو خدا نے پیغمبر سے لی ہے کیا چیز ہے اور کس چیز کا ان کو حکم دیا ہے اور خدا و پیغمبر کے درمیان عہد کیسا ہوتا ہے اور انبیاء کا اس معنی میں جو قرآن میں مذکور ہے کوئی اعتبار ہے یا یہ سب افسانہ ہے۔ بیان کر تاکہ ہم بھی یہ بوجھ کاندھے سے اُتار پھینکیں اور آرام کریں اور اپنی ذات کو زحمت نہ دیں تاکہ لوگ جس کو چاہیں اپنا پیغمبر بنالیں اور جس شخص کو دل چاہے امام بنالیں۔

اے ابراہیم بتا کہ امامت کیا ہے اور وہ امامت کون سی ہے جو خدا نے ابراہیم خلیل ؑ کو عطا فرمائی اور کہا انی جاعلك للناس اماما (اے ابراہیم ؑ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں)، اور دُوسری جگہ فرمایا ہے: وجعلنا ھم ائمۃ یدعون الی النار (ہم نے ان کو امام بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں)، اور دُوسرے مقام پہ فرماتا ہے، واجعلنا للمتقین اماما (ہم نے متقین کے لئے امام بنایا)

اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہو کہ امامت دو ۲ قسم کی ظاہر ہوئی۔ امامتِ متقین اور امامت اہلِ دوزخ یعنی وُہ لوگ جو انسانوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ بتا کہ متقین کے امام کی پہچان کیا ہے اور کیا چیز ہے۔ اور پیغمبر کی امامت مثل پیغمبری کے ہے کہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ آیا وصی پیغمبر اور امام مسلمین چاہئے کہ نسلِ ابراہیم خلیل اللہ ؑ سے ہو اور اُس کے آباؤ اجداد بزرگ و شریف ہوں۔ اور انہوں نے بُت پرستی نہ کی ہو۔ وُہ پاک ولادت ہو،

کمالِ ایمان کا حامل نورِ علم، قوتِ نفس اور رموزِ عرشِ الٰہی کی معرفت رکھنے والا ہو، آداب و اخلاقِ پسندیدہ، مبداء و معاد کی معرفت رکھنے والا۔ سیاستِ ملکی سے واقف، صبر کرنے والا، حلیم و بردبار ہو، عبادت پر مداومت کرنے والا ہو۔ شبہات و شکیات سے دور رہنے والا، عالم و کریم و سخی و شجاع ہو۔ اُس کا معصوم ہونا، طاہر ہونا، اور حکیم و زاہد ہونا: کافروں، منافقوں، ظالموں، اور جباروں پر سخت ہونا، بزرگ و گرامی ہونا: مومنوں، متقیوں کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنے والا اور خوش مزاج :۔ اور خدا کی راہ میں اُس چیز کا خرچ کرنے والا ہو جس کا وُہ مالک ہو۔ اور قرآنی مشکلات اور اُس کے رموز کا بخوبی جاننے والا ہو۔ ہمیشہ مسکینوں اور غریبوں کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے والا ہو۔ اور گزشتہ و آیندہ کے حالات کی خبر دینے والا ہو۔ خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہوں اور اتنی قرآنی آیتیں اُس کی مدح میں نازل ہوئی ہوں اور اتنی حدیثیں پیغمبرؐ نے اُس کے حق میں فرمائی ہوں جن کی روایت مخالف و موافق سب نے کی ہو اور مخالفین اس کے قائل ہوں اور ان کی کتابوں میں مسطور و مذکور ہوں۔ تمام جنگ اور غزوات میں کافروں اور زندیقوں اور عظیم لشکروں کو دفع کیا اور اُس کے ہاتھ کی ایک ضربت کو رسولِ خدا نے مخالفین کے زعم میں اعمالِ جن و انس کے برابر قرار دی ہو۔ پیغمبرؐ نے اس کو ابن عم، بھائی اور آنکھوں کا نور قرار دیا ہو۔ ایسے شخص کی امامت کے لئے اجماعِ امت اولےٰ و بہتر ہے یا اُس کے لئے امامت مناسب ہے جس نے چالیس سال بُت پرستی کرنے کے بعد ترک کیا ہو۔ جس کا گوشت و پوست شراب اور سور کے گوشت سے پلا ہو۔ مدت دراز تک لات و عزیٰ کی پرستش میں بسر کیا ہو پھر ایمان لایا ہو۔ اور منبر پر ایک عورت کے سوال کے جواب سے عاجز رہا ہو اور کہا ہو:۔ کلکم افقہ منی حتی المخدرات فی البیوت (مجھ سے زیادہ عالم سب لوگ ہیں یہاں تک کہ گھروں میں رہنے والی عورتیں بھی زیادہ جانتی ہیں)۔ اور بقول موافق و مخالف منبر پر اقیلونی اقیلونی بار بار کہتا رہا ہو۔ عمر و ابو عبیدہ جراح اور ابو حذیفہ

کے غلام سالم، اسید بن حصیر، بشیر بن سعد، خالد بن ولید اور چند دوسرے فاسق لوگوں کی مدد و مشورے سے سقیفہ بنی ساعدہ میں جس کی بیعت ہوئی ہو اور وہ امام بنایا گیا ہو جو اراذل امت ہو جو پھیری کر کے کپڑے بیچ کر اور اکثر درزی کا کام کر کے اپنی گزر اوقات کرتا رہا ہو۔ وہ اور اس کا باپ زمانہ جاہلیت میں عبداللہ بن جزعان کے دروازہ پر آواز لگاتا ہو کہ لوگ کھانے کے لئے جمع ہوں اور کھانا کھائیں اور جس کو مہمانوں کا بچا کھچا کھانا دیا جاتا ہو اور ایام خلافت میں بھی درزی کا کام کرتا رہا اور اکثر لوگ اس سے کراہت اور اس کی مذمت کرتے رہے ہوں۔

اے ابراہیم! کب جائز اور مناسب ہے کہ ایسے شخص کو رسول اللہ کے بعد خاندان نبوت پر مقدم رکھیں اور چند فاسقین و نافہم کے گمان پر آنحضرتؐ کا خلیفہ و قائم مقام جانیں اور اکثر علماء اس کو ثواباً خدا کی جانب سے سمجھیں باوجود اس کے کہ اس کو کسی قسم کی صلاحیت خلافت کی نہ ہو۔ اے ابراہیم! بیان کر کہ ان دونوں قسم کے اماموں میں سے جن کی تعریف میں نے کی کس طرح کا امام وصایت و امامت کا زیادہ سزاوار و مناسب ہے؟ ابراہیم نے کہا ہم تو فضائل علیؑ بن ابی طالبؑ کے منکر نہیں ہیں اور ہم پر ثابت ہے کہ انسانی عقلیں ان کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ لیکن خلافت میں ابوبکر کے لئے اجماع امت ہوا ہے۔ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لا یجتمع امتی علے الخطاء "یعنی میری امت خطا پر مجتمع نہیں ہوگی" ہر وہ معاملہ جس پر میری امت جب اجماع کر لے درست ہوگا۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم! خدا کے لئے جو عالمین کا پیدا کرنے والا ہے بتاؤ کہ تمہاری تفسیروں میں کسی جگہ موجود ہے؟ کہ حجۃ الوداع میں جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم میں خدا کے حکم سے قیام پذیر ہوئے اور یہ آیت جو ان پر نازل ہوئی کہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ (سورہ مائدہ آیت ۶۷ پ ۶) "اے رسولؐ! وہ حکم اپنی امت کو پہنچا دو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہو چکا ہے اور اگر تم نے نہ

پہنچایا تو اس کی رسالت ہی نہیں ادا کی)، تو آنحضرتؐ نے لوگوں پر اس کی تبلیغ فرمائی اُس کے بعد جبکہ رسُول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے خائف تھے تو آیت واللہ یعصمک من الناس (اور خدا تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا) نازل ہوئی۔ اس کے بعد حضرتؐ نے علیؑ بن ابی طالبؑ کا ہاتھ پکڑا اور اُس منبر پر جو پالانِ شتر سے بنایا گیا تھا تشریف لے گئے اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ والعن من ظلمہ۔ (میں جس کا مولا ہوں اُس کے علیؑ (بھی) مولا ہیں۔ خداوندا دوست رکھ اُس کو جو دوست رکھے اس کو اور دشمن رکھ اُس کو جو دشمن رکھے اس کو اور مدد کر اُس کی جو مدد کرے اس کی۔ اور ذلیل کر اس کو جو ذلیل کرے اُسے اور لعنت کر اُس پر جو ظلم کرے علیؑ پر)، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناہ (سورہ مائدہ آیتؐ پ) (یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا)، اے ابراہیم میں تجھ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ مکر و فریب اور جنگ و جدل کی راہ سے نہیں بلکہ جو کچھ واقعہ ہے وُہ بیان کر۔ ابراہیم نے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ حُسنیہ علماء کی جانب متوجہ ہوئی اور کہا تم کو رسُولؐ کی قسم سچ کہو۔ خلیفہ کے تاج و تخت اور خلیفہ کی قسم تم نے جو کچھ سُنا ہے وُہ بیان کرو۔ جب اُس نے اُن علماء کو خلیفہ کی قسم دی تو ابو یوسف نے کہا اے حُسینہ اکثر صحابہؓ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ آیت علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور حدیث من کنت مولاہ فعلیؑ مولاہ۔ بھی اسی بارے میں مشہور ہے۔ پھر حُسنیہ نے کہا کہ اے ابو یوسف یہ آیت انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون o (سورہ مائدہ آیۃ ۵۵ پ ۶) خدا کے لئے بتا کہ کس کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ابو یوسف نے کہا علیؑ بن ابی طالبؑ کے

حق میں۔ اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ پھر حُسنیہ نے کہا کہ آیۂ مباہلہ کے بارے میں تُو کیا کہتا ہے اور وُہ یہ ہے :۔ قل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہ (سورۃ آل عمران آیت ۶۱ پ ۳) خدا کی لعنت ہو تجھ پر اے ابو یوسف اگر تو حق کو پوشیدہ کرے، روزِ مباہلہ مردوں اور عورتوں میں سے علی و فاطمہ و حسن و حسین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے سوا کوئی دُوسرا پیغمبرؐ کے ساتھ تھا یا نہیں؟ ابو یوسف نے کہا کوئی دوسرا ان حضرات کے سوا نہ تھا۔ حُسنیہ نے کہا اے ابو یوسف خدا نے علی بن ابی طالبؑ کو نفسِ رسول قرار دیا آیا یہ فضیلت انہی حضرتؑ سے مخصوص ہے یا نہیں؟ ابو یوسف نے کہا اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے اور نہ کوئی انکار کر سکا۔ حُسنیہ ہارون کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا اے خلیفہ بحق رسولؐ خدا اپنے علماء کے اقرار پر گواہ رہئے گا۔ دُوسری مرتبہ حُسنیہ پھر علماء کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا میں ایک دوسرا سوال کرتی ہوں۔ خدا کی یگانگی کا واسطہ سچ کہنا۔ اُس موقع پر جبکہ جناب رسُولؐ خدا کا وقت آخر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ائتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدی۔ یعنی "دوات اور کاغذ لاؤ کہ میں تمہارے واسطے ایک تحریر لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو"۔ صحابہ میں کون تھا جو رسُولِ خدا کو اس وصیت سے مانع ہوا اور دوات و کاغذ لانے نہ دیا۔ ابو یوسف نے کہا یہ مشہور واقعات میں سے ہے۔ عمر بن خطابؓ نے اس وجہ سے منع کیا کہ ایسا نہ ہو کہ رسُولؐ اللہ کے مرض میں شدت ہو جائے اور کہا ان المرء لیہجر حسبنا کتاب اللہ (یہ شخص لایعنی باتیں کرتا ہے، ہم کو کتاب خدا کافی ہے۔) حُسنیہ یہ سُنکر ہنسی اور کہا اے ابراہیم اور اے ابو یوسف! خدا کے احکام اور نصوص کو معطل سمجھتے ہو اور روز غدیر کی بیعت کو کالعدم جانتے ہو۔ رسُولؐ خدا کو وصیت سے رد کا اور رسُولِ خدا کو ہذیان سے نسبت دی۔ خدائے ملک العلام کے کلام پر ایمان نہیں رکھتے ہو جو اُس نے حضرتؐ کے بارے میں فرمایا ہے :۔ ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی

یوحی (سورۃ نجم پ۲۷ آیت۳و۴) (رسولؐ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں کہتا جو کچھ کہتا ہے وُہ وحی ہوتی ہے جو اُس کی طرف کی جاتی ہے) اور پھر کہتے ہو کہ اُمت نے ابوبکر کی خلافت پر اجماع کیا۔ اے ابراہیم مجھ کو بتاؤ کہ جو اجماع نص کے خلاف ہو وُہ صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ اُس نے کہا نہیں۔ تو حُسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم پھر اجماع کو کس طرح سند میں پیش کرتے ہو۔ ہارون یہ سُنکر ہنسا اور سر جھکالیا۔

حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! نصوص کو ہم چھوڑتے ہیں اور رسولؐ خدا کے حکم کو علیحدہ رکھتے ہیں بتاؤ کہ ابوبکر کی خلافت پر تمام اُمت کا اجماع ہُوا یا خواص اُمت کا ہُوا۔ ابراہیم متفکر ہُوا اگر کہتا ہے کہ تمام اُمت کا اجماع ہوا تو اُس کا دروغ ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایک شہر کے بلکہ ایک محلہ کے تمام لوگوں نے اتفاق نہیں کیا تھا سوائے چند فاسقین و مردودین کے جو رسولِ خدا کے اہلبیتؑ کی عداوت میں مشہور تھے۔ وُہ لوگ رسولؐ اللہ کی زندگی میں منافقانہ روش اختیار کئے ہوئے تھے۔ ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ! اہلِ حل وعقد میں سے خاص لوگوں نے اتفاق کیا کہ وُہ بہ نسبت دوسروں کے خلافت کے لئے سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ حُسنیہ نے کہا۔ اے علمائے حاضر! میں آپ لوگوں سے دُوسرا سوال کرتی ہوں۔ خلیفہ کے سامنے سچ کہنا کہ ابوبکر کے بعد تمام صحابہ میں افضل و اعظم و اقدم اور اعلم کون تھا۔ اور بالخصوص اُن اصحاب میں جن کے فضائل میں رسولِ خدا نے حدیثیں بیان فرمائی ہیں اور ان کے مناقب کا اظہار فرمایا ہے وُہ کون لوگ ہیں؛ اور اہلبیتؑ و بنی ہاشم میں وُہ کون لوگ ہیں کہ جن کی افضلیت تمام صحابہؓ بلکہ تمام عالم کے لوگوں پر ثابت تھی۔ ان علماء نے کہا علیؑ، عباس، حسن و حسین، عمر بن الخطاب طلحہ و زبیر، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، سلمان، ابوذر، مقداد، اسود، عمار یاسر، جابر بن عبداللہ انصاری، ابوایوب انصاری، عثمان بن مظعون، ابودجانہ انصاری، حذیفہ الیمانی، ابن ابی کعب، سعد بن عبادہ اور قیس بن سعد۔ حُسنیہ نے کہا اے خلیفہ آپ کو اسی کی قسم جس کی جگہ پر آپ بیٹھے ہیں۔ حاضرین علماء سے سوال کیجئے کہ علی و عباس اور وُہ اکابر بنی ہاشم اور اصحاب نے

ابوبکر کی بیعت کی یا نہیں۔ یہ سُنکر ہارون علماء کی طرف متوجہ ہُوا کہ بیان کرو جو کچھ واقع ہوا ہے
تمام علماء نے اپنے سروں کو جھکا لیا۔ شافعی نے سر اٹھا کر کہا کہ اے علمائے اعلام کیوں سر
جھکائے ہوئے ہو۔ کہو جو کچھ اخبار و آثار کے ذریعہ تم کو معلوم ہُوا ہے۔ ابو یوسف نے کہا ظاہر
یہ ہے کہ اصحاب و اہلبیتؑ کے درمیان مخالفت اور منازعت واقع ہوئی۔ حُسنیہ نے کہا جو کچھ
واقع ہوا میں بیان کرتی ہوں اگر میرے قول کی تصدیق کرو۔ تو اخبار و احادیث اور تمہاری تفسیر دل
سے تم پر ثابت کروں گی۔ ہارون نے کہا "کہو"۔ حُسنیہ نے کہا واضح ہو کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ
فضل بن عباس اور بنی ہاشم کی ایک جماعت اور اصحاب کبارؓ کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہؐ
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تکفین و تدفین میں مشغول تھے۔ اکثر منافق صحابہ پیغمبر کو چھوڑ کر سقیفہ بنی
ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے اور آنحضرتؐ کے دفن اور نماز میت میں حاضر نہیں ہوئے اور خلافت
کے لئے جھگڑنے لگے۔ جب انصار کو یہ اطلاع ملی تو ان کی ایک کثیر جماعت اس طرف متوجہ ہوئی۔
پھر ان کے درمیان گفتگو میں طول ہُوا۔ کبھی ابوبکر عمر سے کہتے تھے کہ ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت
کر لوں، اور کبھی حذیفہ کے غلام سالم سے کہتے کہ تُو خلیفہ بن جا، کبھی ابو عبیدہ سے کہتے تھے کہ تم
خلیفہ ہو جاؤ۔ بہت بحث و تکرار کے بعد انصار نے کہا کہ منا امیر و منکم امیر" یعنی ایک خلیفہ
ہم میں سے اور ایک تم میں سے ہو" اور سعد بن عبادہ سے جو ان میں بزرگ تھے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ
کہ ہم تمہاری بیعت کریں۔ سعد نے بہت کچھ عذر کیا اور خلافت منظور نہ کی یہاں تک کہ انصار کے
بہت زور دینے سے سعد راضی ہو گئے۔ قیس ابن عبادہ نے جب دیکھا کہ وُہ خلافت پر راضی
ہو گئے ہیں تو تلوار کھینچ کر اپنے باپ کے سر پر پہنچا اور کہا تم کو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ
السلام پر کیا فوقیت ہے۔ اور کیا واقعہ غدیر کو تم نے فراموش کر دیا جبکہ جناب رسولؐ خدا نے بحکم
الٰہی ان کو تم لوگوں کا امام و حاکم بنایا تھا اور تم سب لوگوں نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور ان کی
بیعت کی اور ان حضرتؑ کو خلافت کی مبارکباد دی۔ اس وقت تم خدا اور پیغمبرؐ کے حکم کی مخالفت کرتے
ہو جبکہ رسولؐ اللہ تم میں نہیں ہیں۔ اے بابا جان! اس ارادہ سے باز آجاؤ ورنہ میں تمہارا سر

بدن سے جدا کر دوں گا۔ جب سعد نے اپنے بیٹے کی یہ سخت باتیں سُنیں تو پشیمان ہوئے اور توبہ کی۔ انصار نے پھر کسی دُوسرے سے کہا۔ اُس وقت عمرؓ اُٹھے اور کہا کہ یہ ہرگز نہیں ممکن ہے کہ دو اشخاص خلیفہ بنیں۔ اور تلوار کھینچ کر حضرت ابوبکر کے سر پر پہنچے کہ بہت باتیں نہ بناؤ۔ ہاتھ بڑھاؤ تاکہ میں تمہاری بیعت کر دوں اور فوراً ابوبکر کی بیعت کر لی۔ ان کے بعد ابو عبیدہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد ایک ایک دو دو صحابہ آتے اور بیعت کرتے تھے یہاں تک کہ بیس آدمیوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد تلوار کھینچے ہوئے ایک ایک صحابی کے پاس جاتے تھے اور جبراً قہراً اُن کو لاتے تو وُہ بیعت کرتے۔ تین روز اسی صورت سے گزرے۔ تین روز کے بعد مسجدِ رسُولِ خداؐ میں آئے اور ارادہ کیا کہ لاش حضرت سرورِ عالم قبر سے باہر نکالیں اور نماز جنازہ پڑھیں۔ امیر المومنین علی علیہ السلام ایک لکڑی جس کے دونوں سرے پر لوہا لگا ہُوا تھا، لے کر حضرتؐ کی قبر مطہر کے پاس کھڑے ہو گئے اور قسم کھائی کہ ایسا نہ ہونے دوں گا کہ پیغمبرؐ کی میت قبر سے باہر نکالو۔ یا تو میں قتل ہو جاؤں گا یا تم سب کو قتل کر ڈالوں گا۔ معاویہ نے ابوبکر سے کہا کہ اس ارادہ کو ترک کرو کیونکہ میں نے پیغمبرؐ سے سُنا ہے کہ جس روز میرا بھائی علیؑ بن ابی طالب سُرخ عمامہ سر پر باندھے ہو اور اس صفت کی لکڑی اُس کے ہاتھ میں ہو تو اگر مشرق سے مغرب تک کے لوگ اُس پر حملہ کریں تو خدا کے حکم سے اُن پر غالب نہ ہوں گے اور وُہ سب کو قتل کر ڈالے گا۔ جب اُن لوگوں نے معاویہ سے یہ حکایت سُنی تو اپنے ارادہ سے باز آئے۔ اور سب لوگ مسجدِ رسولؐ میں آئے اور بیٹھے۔ حضرت علیؑ اصحاب کبار اور مومنین دیندار اور بنی ہاشم کی کثیر جماعت کے ساتھ مسجد میں ایک طرف بیٹھ گئے۔ پھر بہت طول و طویل گفتگو ہوئی اور امیر المومنینؑ نے اُن پر حجتیں قائم کیں اور بہت ملامت کی۔ اور فرمایا کہ اپنے پیغمبرؐ کو تم نے بے غسل و کفن و دفن چھوڑ دیا۔ اُن کی تجہیز و تدفین میں حاضر نہ ہوئے اُن پر نماز نہیں پڑھی اور سقیفہ میں جا کر اُس معاملہ میں منازعت کی جو حکم خدا اور رسُول سے میرے متعلق تھا اور چند فاسق لوگوں کے مشورہ سے رسُولؐ کا خلیفہ مقرر کر لیا۔ اسی اثناء میں عثمان بن عفان،

عبد الرحمٰن بن عوف اور ابو عبیدہ اُٹھے اور کہا اے بنی اُمیہ اور اے بنی زہرہ اُٹھو اور ابو بکر کی بیعت کرو۔ وُہ لوگ آئے اور بیعت کی۔ اور وُہ لوگ وُہ تھے جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیات میں عداوتِ امیر المومنینؑ میں مشہور تھے۔ پھر حضرت عمر ایک کثیر جماعت کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام اور بنی ہاشم کے برابر آکر کھڑے ہوئے اور کہا آؤ اور ابی بکر کی بیعت کرو کیونکہ اکثر لوگوں نے اُن کی بیعت کی ہے۔ یہ دیکھ کر زبیر اُٹھے اور تلوار کھینچ کر کہا:

ویحک یا ابن الخطاب (تف ہے تجھ پر اے ابن خطاب) علی بن ابی طالبؑ جو رسُولؐ کے بھائی اور ابن عم ہیں اور عباس وعبداللہ ورؤسائے بنی ہاشم اور رسولؐ کے خاص اصحاب سے ابن ابی قحافہ کی بیعت کریں جو سب سے پست ہیں۔ تجھ کو اس امر سے کیا واسطہ؟ باوجودیکہ رسولؐ کے اعزا واقربا موجود ہیں اور تمام شرائطِ امامت وخلافت ان میں پائی جاتی ہیں۔

اور ارادہ کیا کہ تلوار عمر کے سر پر ماریں۔ حضرت عمر چلائے کہ لوگو مجھے بچاؤ اور سلام کلبی کو مدد کے لئے پکارا۔ سلام نے زبیر کے پیچھے سے آکر تلوار ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ عمر نے شمشیر سلام کے ہاتھ سے لے کر توڑ ڈالی۔ پھر بنی ہاشم بگڑ کھڑے ہوئے اور تلواریں نکال لیں۔

جناب امیرؑ نے ان کو روکا اور فرمایا کہ خدا کا حکم نہیں ہے کہ تم تلواریں نیام سے نکالو۔ ہمارے لئے صبر کے سوا چارہ نہیں ہے۔ جب جناب امیرؑ نے دیکھا کہ بعض منافقین نے اپنی خوشی سے اور بعض نے جبراً بیعت کی ہے تو ابو بکر وعمر اور عام لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگو! تم نے پیغمبرؐ کی مخالفت کی اور حکم خدا کو معطل کر دیا۔ اور میں خلافت کے لئے ابو بکر سے زیادہ سزاوار ہوں کیونکہ میں ابو بکر سے افضل ہوں، اشجع اور زیادہ علم رکھنے والا ہوں۔ خلافت میرا حق ہے، خدا سے ڈرو اور رسولؐ سے شرم کرو اور میرا حق میرے لئے چھوڑ دو۔ یہ سُنکر عمر اُٹھے اور کہا کہ اے علیؑ اگر ہم سب کے سب ہی مار ڈالے جائیں تا ہم تمہاری متابعت نہ کریں گے، اور نہ تم کو چھوڑیں گے جب تک بیعت نہ کرو گے۔ خواہ خوشی دل سے کرو یا خوف اور جبر سے کرو۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا اے عمر! خدا کی قسم نہیں تجھ سے ڈرتا ہوں اور نہ تیرے آدمیوں

ہے۔ تم سب کو مری ہوئی مکھی کی طرح سمجھتا ہوں۔ اگر پہلے سے وصیتِ پیغمبرؐ نہ ہوتی یعنی خدا کا حکم ہے کہ تلوار نیام سے باہر نہ نکالوں سوائے تین موقعوں کے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آدمیوں سے ایک متنفس کو نہ چھوڑتا کہ کافر ہوں۔ ہرگز ان کو ان کے حال پر نہ چھوڑتا اور نہ رسولؐ کے کسی دشمن کو چھوڑتا۔ اور نہ اپنی ولایت کے کسی منکر کو چھوڑتا۔ میں تو اپنے غم واندوہ کی بس خدا سے شکایت کرتا ہوں۔ اگر نہ ایسا ہوتا تو چند ساعت میں تمہاری جمعیت کو پریشان کر دیتا اور تمہاری گردنیں نیچی کر دیتا۔ یہ صورت دیکھ کر ابوبکر وابوعبیدہ اپنی جگہوں سے اُٹھے اور کہا اے رسولؐ اللہ کے ابن عم۔ ہم تمہاری فضیلتیں اور قرابت کو نہیں زائل کرتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم جوان ہو اور تم نے اپنی زندگی کے صرف تینتیس سال گزارے ہیں۔ ابوعبیدہ نے کہا اے علی ابوبکر بوڑھے ہیں اور وُہ اس خلافت کا بہتر تحمل کر سکتے ہیں۔ خدا تم کو سن رسیدہ کرے جب تم بوڑھے ہوتا تو یہ کام تم کو سپرد کر دیا جائے گا لہٰذا خاموش ہو جاؤ اور فتنۂ خوابیدہ کو بیدار نہ کرو۔ اور تم خوب جانتے ہو کہ عربوں اور ان کے علاوہ اور لوگوں کے دل تمہاری طرف کس طرح سے ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے مہاجر وانصار! خدا سے ڈرو اور پیغمبرؐ کا خیال کرو اور جو حق پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ کا ہے اُسے اُن کے خاندان سے باہر نہ لے جاؤ۔ تم خوب جانتے ہو کہ ہم اہلبیتِ پیغمبرؐ ہیں اور اس کام کے لئے زیادہ سزاوار ہیں۔ خدا نے ہم کو اس کام کے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ اسی اثناء میں بشر بن سعد انصاری نے کہا کہ اے علی اگر یہ باتیں ابوبکر کی بیعت کرنے سے پہلے انصار سُنتے تو کوئی آپ کے خلاف نہ جاتا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ تم نے کیا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور تم نے حلال سمجھ لیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ روزِ قیامت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا جواب دو گے۔ میں اُس کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے روزِ غدیر رسول اللہ سے سُنا ہو من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔ وُہ کھڑا ہو جائے اور گواہی دے۔ زید بن ارقم جو امیر المومنین کے مخالفوں میں سے ہے روایت کرتا ہے کہ بارہ بدری اشخاص کھڑے ہو گئے اور

گواہی دی۔ یہ اُن میں سے تھے جو ابی بکر کی بیعت کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر کو خوف ہُوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ علیؑ کی بیعت کر لیں، مجلس کو ختم کر دیا اور لوگوں کو منتشر کر دیا۔ دُوسرے روز اصحاب کبار میں سے بارہ اشخاص نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب ابو بکر منبر پر بیٹھیں تو اُن کو نیچے کھینچ لیں۔ بعض نے کہا یہ مناسب نہیں جب تک امیر المومنینؑ سے مشورہ نہ کر لیا جائے۔ الغرض وُہ سب لوگ حضرت علیؑ کے پاس گئے اور کہا یا امیر المومنینؑ آپ نے اپنا حق چھوڑ دیا جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا "علی مع الحق والحق مع علی"۔ (علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے) آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ابو بکر کو منبر سے نیچے کھینچ لیں۔ اسی لئے آپ کے پاس آئے ہیں کہ آپ کی اس میں کیا رائے ہے اور آپ کیا فرماتے ہیں۔ وُہ لوگ بارہ[۱۲] اشخاص تھے۔ سلمان[۱]، خالد[۲] بن سعید بن العاص، ابو[۳] ذر غفاری، مقداد[۴] بن اسود۔ عمار[۵] یاسر، بریدہ[۶] اسلمی۔ اور انصار میں سے چھ اشخاص تھے:۔ ابو[۱] الہیثم، سہل[۲] بن حنیف، عثمان[۳] بن حنیف، خزیمہ[۴] بن ثابت، ابن کعب[۵]، ابو ایوب[۶] انصاری۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو تمام تلواریں کھنچ جائیں گی اور تم سب کو وُہ لوگ قتل کر دیں گے اور بنی ہاشم تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ جب ایسا ہو گا تو مجھ کو رفع دفع کرنا پڑے گا۔ اور رسولؐ اللہ نے مجھے خبر دی ہے کہ میرے بعد تمہارے ساتھ اُمت غدر کرے گی اور وُہ عہد جو تمہاری نسبت مجھ سے کیا ہے توڑ ڈالے گی۔ اے علیؑ تم میرے نزدیک مثل ہارون کے ہو جیسے وُہ موسیٰؑ کے نزدیک تھے۔ پھر جس طرح بنی اسرائیل نے ہارونؑ کو چھوڑ دیا اور گو سالہ کو اختیار کر لیا اسی طرح میری اُمت تم کو چھوڑ دے گی اور دُوسرے کو اختیار کرے گی۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم صبر کرنا اور اُن سے جہاد و قتال مت کرنا ورنہ تلواریں کھنچ جائیں گی اور یخرج الحی من المیت (مردہ سے زندہ پیدا ہوتا) کا نتیجہ برطرف ہو جائے گا اور اسلام مٹ جائے گا۔ خبردار خبردار اُس وقت اپنے دل پر قابو رکھنا اور اپنے گھر میں رہنا۔ کیونکہ خدا کا یہی حکم ہے کہ تم میرے پاس مظلوم آؤ۔ اور جب رسولؐ اللہ نے انتقال

فرمایا اور میں اُن حضرتؐ کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہوا۔ اور جب فارغ ہوا تو یہ جھگڑا اُمت کے درمیان پایا۔ اور تمام مہاجرین و انصار پر حجت تمام کی۔ کسی نے میری آواز پر لبیک نہیں کہا سوائے چند لوگوں کے۔ تم لوگ بھی جاؤ اور جو کچھ رسولؐ خدا سے تم نے سُنا ہے ابوبکر اور ان کے احباب سے بیان کر دو۔ یہ سُنکر وُہ لوگ گئے اور رسولؐ خدا کے منبر کے گرد جا پہنچے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ جب ابوبکر منبر پر گئے تو یہ بارہ اشخاص جو اصحاب کبار میں تھے ان لوگوں نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و محامد بیان کئے اور ابوبکر کو خدا کا خوف دلایا۔ ابوبکر نے جب اُن کی دلیلیں سُنیں تو نادم ہوئے اور خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا سوائے اس کے کہ ولیتمونی ولست بخیرکم اقیلونی اقیلونی (یعنی تم نے مجھ کو اپنا والی د حاکم بنایا حالانکہ میں تم سے برتر نہیں ہوں مجھے چھوڑ دو مجھ سے ہاتھ اُٹھالو۔ عمر نے جب یہ باتیں ابوبکر سے سُنیں کہا منبر سے اُترآؤ۔ جب تم سے ان کا جواب نہیں دیا جا سکتا۔ یہ سُنکر ابوبکر منبر سے اُترے اور اپنے گھر چلے گئے۔ تین روز تک پھر گھر سے باہر نہ نکلے۔ روز چہارم خالد بن ولید تین ہزار اشخاص کے ساتھ آیا۔ پھر سالم حذیفہ کا غلام تین ہزار افراد کو لے کر آیا۔ اسی طرح منافقین جن کے دل عداوتِ امیر المومنینؑ سے مملو تھے جو تمام کے تمام امیرؑ المومنین کی تلوار کے ڈر سے اسلام لائے تھے آئے یہاں تک کہ لشکر عظیم جمع کر لیا۔ یہ سب برہنہ تلواریں لئے ہوئے مسجد رسُولؐ کی جانب متوجہ ہوئے۔ امیر المومنینؑ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ سب سے آگے عمر تھے۔ انہوں نے کہا اگر آج تم میں سے کسی نے کچھ کہا تو اُس کا سر اُڑا دُوں گا۔ یہ سُنتے ہی خالد بن سعید العاص کھڑے ہو گئے اور کہا یا بن الضحاک حبشیہ تو ہم کو اپنی تلواروں سے ڈراتا ہے اور اس منافق لشکر کے بھروسہ پر ہم کو مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ خدا کی قسم تم سبھوں کی شمشیر سے ہماری شمشیریں تیز تر ہیں۔ اگرچہ ہم تعداد میں کم ہیں لیکن تم سے زیادہ ہیں۔ اس لئے کہ حجت خدا علیؑ ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر امام کی اطاعت ہم پر واجب ہے ورنہ تلوار کھینچ کر تم سے ہم جہاد کرتے اور اپنی جوانمردی تم پر ظاہر کرتے۔ اُس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا

کہ اے خالد بیٹھ جاؤ تمہارا مقام و مرتبہ ظاہر ہُوا اور تمہاری سعی مشکور ہے۔ یہ سُنکر وُہ بیٹھ گئے۔
پھر سلمان اُٹھے اور کہا اللہ اکبر خدا کی قسم میں نے اپنے انہی دونوں کانوں سے سُنا ہے اگر غلط کہتا ہوں تو یہ کان بہرے ہو جائیں کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بینما اخی وابن عمی جالس فی مسجدی مع نفر من اصحابہ یثبہ کلاب النار۔ یعنی پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ میرے بھائی علیؑ مسجد میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوں گے کہ ایک جماعت دوزخ کے کتوں کی اُس پر حملہ کرے گی۔ اور اس کے دوستوں کے قتل کا ارادہ کرے گی۔" مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ وُہ جہنمی کُتے تم لوگ ہو۔ یہ سُنکر عمر اپنی تلوار کھینچ کر سلمان کے قتل کے ارادہ سے جھپٹے۔ امیرؑ المومنین یہ دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُٹھے اور عمر کا گلا پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ تلوار اُن کے ہاتھ سے گر گئی اور اُن کی پگڑی زمین پر آرہی۔ اور وُہ لوگوں کے درمیان خجل و شرمندہ ہوئے۔ اُس وقت ابو بکر اور اُن کے ساتھی اُٹھے اور عمر کو زمین سے اٹھا کر بٹھایا۔ امیرؑ المومنین نے فرمایا یا ابن الضحاک الحبشیہ لولا کتاب اللہ سبق وعھد من رسُولؐ اللہ تقدم لرأیتم ایما اضعف ناصرا واقل عدد۔
(اے ضحاک حبشیہ کے بیٹے اگر خدا کی کتاب مانع نہ ہوتی اور رسُولؐ کا عہد پہلے سے نہ ہوتا تو تُو دیکھتا کہ کون مددگاروں کے لحاظ سے کمزور یا تعداد میں کم ہے۔ یہ فرما کر اپنے اصحاب کے ساتھ اُٹھے اور فرمایا کہ تم پر خدا کی رحمت ہو اور مجلس سے چلے گئے۔

پھر عمر لشکر گراں کے ساتھ مدینہ میں گھومنے لگے اور جن لوگوں نے خلافت ابو بکر سے انکار کیا تھا اُن میں سے ایک ایک کو پکڑ کر لاتے تھے اور قہراً و جبراً بیعت لیتے تھے۔ جس جس جگہ کچھ لوگ گھروں میں پوشیدہ ہوتے ان کو باہر نکال لاتے۔ اور اُن سے بیعت لیتے۔ بعض کو قتل کر دیتے تھے۔ تین مہینہ تک اُن کے درمیان خلافت کا یونہی شور و شر برپا تھا۔ بالآخر امیرؑ المومنین بلانے گئے اور جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا کا معاملہ درپیش ہوا اور دروازۂ معصومہؑ پر عمر کا لات مارنا اور معصومہؑ کو نین کو ایذا پہنچانا ہر شخص پر ظاہر ہے۔ اور سعد بن عبادہ

اور بنی خزرج کے نوہزار لوگوں کی اور قیس بن سعد کی اور مالک ابن نویرہ اور ان کے دس ہزار ساتھیوں کی ان سے مخالفت سب پر عیاں ہے کہ ان لوگوں نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ اس لئے ابوبکر نے خالد بن ولید کو ان کے خلاف لشکر دے کر بھیجا۔ اس نے اس مومن کو مع اس کے دس ہزار اشخاص قبیلہ کے قتل کیا اور ان کے مال و اسباب سب لوٹ لئے اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔

اے ابراہیم! بتا کس طرح خواص اُمّت کا اجماع ہوا۔ خدا سے ڈرو اور اپنے اس اعتقادِ فاسد سے باز آجاؤ اور خدا و رسولؐ پر ایسی جرأت نہ کرو۔ اے ابراہیم اگر اجماع اُمّت کا خلافت ابوبکر میں اعتبار ہو اور اجماع پر اتفاق ہوا ہو تو پھر یزید اور باقی بنی اُمیہ جو کافرانِ دین ہیں کیوں امام نہ ہوں۔ کیونکہ ان سے اس قدر لوگوں نے بیعت کی کہ ابوبکر و عمر کی بیعت کرنے والوں سے صد گونہ زیادہ تھے لہٰذا اس صورت سے معاویہ و یزید ملعون اور باقی بنی اُمیہ سب امام ہوئے۔ اور کسی کو ان کے کفر میں شک نہیں ہو سکتا جن کے وہ امام ہوں جنہوں نے فرزندِ رسولؐ کا سر کاٹا اور ان کے اہلبیتؑ کو برہنہ اونٹوں کی پشت پر سوار کر کے اسیری میں لے گئے اور مدت دراز تک اہلبیتِ رسولؐ کو سب و شتم کرتے اور بُرا کہتے رہے۔

اے ابراہیم! قتلِ عثمان پر البتہ اہلِ اسلام کا اجماع منعقد ہوا جو امّت کے خواص و عوام کا اجماع ہے کہ اسلام کے تمام شہروں سے لوگوں نے خطوط لکھے اور لوگوں کو عثمان کے قتل کی ترغیب و تحریص کی۔ ملک مصر سے تقریباً تیس ہزار اشخاص اُس کے ظلم کی شکایت کرنے آئے تھے۔ اور اتفاق کر کے یکبارگی اس پر حملہ کیا اور اُسے بری طرح قتل کیا۔ اور چند روز تک اُس کے پیروں میں رسی باندھ کر مدینہ کے گلی کوچوں میں کھینچتے رہے۔ اور مسلمان گروہ گروہ آتے تھے اور اس کے سر پر ٹھوکریں مارتے تھے اور اس کے ظلم کی شکایت کرتے تھے۔ اے ابراہیم چونکہ عمر بن الخطاب، خالد بن ولید اور بنی اُمیہ کے منافقوں کے ایک گروہ کو علیؑ سے عداوت فطری تھی اس لئے یہ تمام فسادات برپا کئے اور کتنے ہزار مومنین کو قتل کیا اور کتنے

ہزار بندگانِ خدا کو راہِ حق سے دُور کر دیا اور اسفل السافلین میں پہنچا دیا جن کا کچھ حساب و شمار نہیں۔ اے ابراہیم! کسی پیغمبر کی امت نے اپنے پیغمبر کے دین میں ایسے فسادات برپا کیے اور اپنے پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ پر ایسے مظالم جائز کئے اور اپنے نفس کی خوشی کے لئے کبھی عثمان کو کبھی سعد بن عبادہ کو خلیفہ اور حاکم مقرر کیا۔ پھر معزول کیا اور ابوبکر کو تختِ خلافت پر بٹھایا۔ جو کچھ ان کے اغراض کے موافق ہوتا تھا ویسا کرتے تھے۔

اے ابراہیم! یہ دو گروہ ہیں جن کی مخالفت و عداوت ایک دوسرے کے خلاف تمام اُمت پر ظاہر ہے۔ ان میں پہلا گروہ علی علیہ السّلام اور امام حسن و امام حسین علیہما السّلام اور جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا اور عباس و عبداللہ و سلمان فارسی، عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، مقداد اسود، عمار یاسر، عثمان بن مظعون، محمد بن ابی بکر، حذیفہ الیمانی، ابی بن کعب، خالد بن سعد بن العاص، جابر بن عبداللہ انصاری، سعد بن عبادہ الانصاری، قیس بن سعید الانصاری، ابوالہیثم، میثم تمار، مالک بن الاشتر، فضل بن عباس، جعفر طیار، ابو سعید الخدری، سلیمان بن صرد خزاعی، سہل بن حنیف، اور عدی بن حاتم طائی کا گروہ تھا۔ یہ وُہ لوگ ہیں کہ اول عمر سے آخر عمر تک رسُول خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت و ملازمت میں حاضر رہے۔ خلوت و جلوت میں آنحضرتؐ کے ساتھ بسر کرتے رہے اور رسُولؐ خدا کے طریقہ اور عبادت پر قائم رہے۔ اور آنحضرتؐ کے اقوال و افعال و اعمال دوسروں سے بہتر جانتے تھے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے ان کے حق میں حدیثیں ارشاد کی ہیں بعض کو اپنے اہلبیت میں داخل فرمایا اور بعض کے متعلق اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان کا پوست فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کے بارے میں فضیلتیں بیان فرمائیں۔ اور جو لوگ آپ کے اہلبیتؑ ہیں خدا نے ان کی طہارت و عصمت کی گواہی دی۔ اسی طرح خدا نے ان کی محبت لوگوں پر واجب قرار دی اور فرمایا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ اور حکم الٰہی کے مطابق ان کا قول صادق اور ان کا کلام نص مطلق ہے جو کچھ رسولؐ اللہ کے طریقہ اور عبادت اور فرائض و نوافل اور اخبار و اقوال حضرت کے

بارے میں انہوں نے فرمایا ان پر عمل کرنا اولیٰ وانسب ہے۔ اس کا اعتبار خدا اور اس کے رسولؐ کے نزدیک بہت زیادہ ہے؟ یا ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ، حفصہ، انس، سعد، سعید، ابوعبیدہ، عمرو بن العاص، ابوہریرہ، بریر بن غالب، خالد بن ولید، سالم غلام ابوحذیفہ، سعد بن وقاص، طلحہ بن عبداللہ، عامر بن کویرہ، معاویہ، یزید، عبیداللہ بن زیاد، مروان بن الحکم اور باقی بنی اُمیہ جو تمہارے امام ہیں ان لوگوں کے قول کی تصدیق واعتبار کرنا زیادہ اولےٰ وبہتر ہے؟ آیا اِس گروہ کی پیروی زیادہ مناسب ہے یا اُس گروہ کی جن کا پہلے ذکر کیا گیا؟ آیا اُس جماعت کے قول پر اعتبار و اعتماد زیادہ مناسب ہے یا اُن لوگوں کے ارشادات پر جن کا قبل ازیں ذکر ہوا اعتبار و اعتماد اولےٰ وانسب ہے؟

اے ابراہیم چونکہ ان دونوں گروہوں کی باہمی مخالفت تمام اُمت پر ظاہر و ہویدا ہے اور جناب رسولؐ خدا کی وفات کے روز سے ان دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا اور آخرالذکر اشخاص اعمال وافعال وعبادات واعتقادات مٹانے کی کوشش میں رہے۔ الغرض ان دونوں گروہوں کی باہمی مخالفت ثابت ہے۔ اب بتا کہ ان دونوں گروہوں میں کون حق پر تھا، اور کون باطل پر؟ ابراہیم اس وقت اُس گدھے کے مانند جو دلدل میں پھنسا ہو حیران وپریشان تھا نہ خاموش رہنے کی طاقت تھی نہ جواب کی قوت۔

ہارون اس وقت بہت جھنجھلایا اور کہا اے ابراہیم کیوں جواب نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو آج تک رسولِ خدا کے دین پر نہ تھا۔ تو آج اپنے آپ کو علمائے اسلام میں سب سے بڑا عالم اور افضل جانتا ہے "ایک کنیز کا الزام رد نہیں کر سکتا اور جواب نہیں دے سکتا باوجودیکہ بہت سے علماء وفضلاء ہر چیز میں تیرے تابع اور مددگار ہیں۔ ابراہیم حیران وپریشان تھا۔ کیونکہ اگر کہتا کہ طریقِ اہلبیتؑ رسولؐ و معصومین خاندان کبار باطل ہے تو اس صورت میں اُس کا کفر ثابت ہوتا ہے اور قرآن وحدیث کی مخالفت ہوتی ہے اور یہ بھی خوف تھا کہ خلائق اس کو ہلاک کر دے گی۔ اور اگر کہتا ہے کہ ابوبکر وعثمان اور ان کی پیروی کرنے والوں کا طریقہ باطل ہے

تو اپنے اعتقاد اور مذہب کو باطل کہتا ہے؛ اس صورت میں بھی اُس کو اپنے قتل ہونے کا اندیشہ اور خوف ہے۔ ہارون نے جب ابراہیم کو اس حال میں مشاہدہ کیا تو حُسنیہ کی طرف رُخ کیا اور پوچھا اے حسنیہ تُو نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ حُسنیہ نے کہا جب میں پانچ سال کی ہوئی، میرے آقا نے مجھ کو میرے مولا جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے حرم محترم میں پہنچا دیا تاکہ اُس بزرگ و بلند ہستی کی خدمت و ملازمت میں رہوں اور شرائط طہارت اور عبادات کے قاعدے سیکھوں۔ جب میں نے ایک مدت تک اُس حرم محترم کی خدمتگاری میں قیام کیا تو تقوٰے، طہارت، نماز و روزہ کے طریقے اور آداب سیکھے اور اسی طریقہ پر عمل کرتی رہی یہاں تک کہ میری عمر کے اور سات سال گزر گئے۔ ایک روز امام عالی مرتبت حرم محترم میں داخل ہوئے، اور وضو کے لئے پانی طلب فرمایا۔ اتفاق سے جس شخص کے ذمہ یہ خدمت تھی وُہ موجود نہ تھا۔ میں جرأت کر کے دوڑی ہوئی گئی اور پانی کا ظرف لاکر خدمتِ امام میں حاضر کیا۔ جب اُن حضرتؑ کی نظر مبارک مجھ پر پڑی مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کی کہ فلاں خواجہ کی کنیز ہوں اور مدت سے اس حرم محترم میں خدمت انجام دیتی ہوں۔ حضرت نے مجھ سے پُوچھا تم نماز پڑھتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں پڑھتی ہوں۔ فرمایا وضو اور طہارت کا طریقہ جانتی ہو؟ میں نے عرض کی ہاں یا حضرت جانتی ہوں۔ غرضکہ حضرت نے جو کچھ دریافت فرمایا میں نے فوراً جواب دیا آنحضرتؑ بہت خوش ہوئے اور میری پُوری حالت دُوسرے ملازمان درگاہِ عالیہ سے تحقیق فرمائی۔ لوگوں نے میری کیفیت بیان کی تو حضرتؑ نے میرے آقا کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وُہ آئے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ کنیز بڑی عاقلہ ہے اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ خواجہ نے عرض کی یا ابن رسُولؐ اللہ میری ہزار جان آپ پر فدا ہوں میری کنیز آپ کی کنیزی میں ہے میں بھی آپ کا ایک غلام اور خدمتگار ہوں۔ اُسی روز سے اُن حضرتؑ کی خاص خدمت مجھ سے متعلق ہوئی۔ جب مجھ میں رشد و صلاح کا اثر ظاہر ہوا تو حضرت برابر مجھے تعلیم فرماتے تھے۔ میں کبھی حضرت سے دریافت کرنے کی جرأت نہیں کرتی تھی۔ لیکن آپ کی اولاد امجاد

امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں رہ کر حسنیہ کا علم و دین حاصل کرنا۔

اور اصحاب کی خدمت میں کہ ان میں سے ہر ایک فصاحت و بلاغت کا بادشاہ اور آسمان علوم کا چاند تھا، تحصیلِ علم کرتی رہی۔ اور حضرت کی توجہ و برکت سے مجھے قوت مطالعہ حاصل ہوئی۔ اور کتب تفسیر و حدیث کا مطالعہ کیا کرتی تھی اور مشکل مسائل کا حل اُن حضرت سے معلوم کرتی تھی جن کی تحقیق میں علمائے اسلام عاجز تھے۔ میں نے اس قدر اہتمام و کوشش کی کہ آج خلیفہ کے حضور میں اپنے مذہب کی حقیقت موافق و مخالف پر ثابت کر دیا اور کسی طرح عاجز نہیں ہوئی۔

ہارون نے کہا اے حُسنیہ تو نے رویت باری تعالےٰ کے متعلق کیا سُنا ہے؟ اُس نے کہا میں نے سُنا ہے کہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر (سورۃ انعام آیۃ ۱۰۳ پ ۷)، اس کو کبھی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وُہ لوگوں کی آنکھیں بخوبی دیکھتا ہے اور وُہ لطیف و خبیر ہے"۔ ابراہیم نے کہا جبکہ رویت باری تعالیٰ محال ہے تو کیوں جناب موسیٰؑ نے جو اولوالعزم پیغمبر تھے رویت کی خواہش کی اور عرض کی:۔ ربِّ ارنی انظر الیک (اے پالنے والے مجھے اپنے آپ کو دکھا دے تاکہ میں تجھے دیکھوں) اس محال کا طلب کرنا ان کے جہل کے سبب سے تھا یا سہو کے باعث؟ اور یہ دونوں باطل ہے اور تیرے مذہب کے خلاف ہے۔ حُسنیہ نے کہا کہ موسیٰؑ کا رویت باری طلب کرنا نہ جہل تھا نہ سہو۔ تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ موسیٰؑ مجبور و مقہور تھے اس صورت سے کہ جب کوہِ طور پر مناجات کے لئے تشریف لے گئے تو وُہ بنی اسرائیل کے ستر آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے جیسا کہ قرآن مجید اس پر گواہ ہے:۔ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا (سُورہ اعراف آیۃ ۱۵۵ پ ۹) اور موسیٰؑ نے اپنی قوم کے ستر آدمیوں کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے انتخاب کیا"۔ سُن! جب موسیٰؑ اس جماعت کو اپنے ساتھ لے گئے تو ان لوگوں نے کہا اے موسیٰؑ ہم آپ سے استدعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم سے دُعا کیجئے، کہ وُہ اپنا کلام ہم کو سُنائے اُس مقام پر جہاں آپ اُس سے مناجات کرتے ہیں۔ جناب

بحث رویت باری تعالےٰ

موسیٰؑ نے اپنی قوم کے اصرار سے درخواست کی کہ خلاق عالم اپنا کلام ان کو سُنا دے۔ حضرت رب العزت نے موسیٰؑ کی دعا قبول فرمائی۔ جب حضرت موسیٰؑ مناجات سے فارغ ہوئے تو اُن لوگوں سے فرمایا هل سمعتم کلام ربکم۔ یعنی تم نے اپنے پروردگار کا کلام سُنا؟ انہوں نے کہا ہم نے ایک کلام کو سُنا لیکن نہیں جانتے کہ رب العزت کا کلام تھا یا شیطان کا کلام تھا۔ ہم یقین نہیں کر سکتے اور قبول نہیں کرتے جب تک اس کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں۔ چنانچہ خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:۔ فقالوا ارنا الله جهرة فاخذتهم الصاعقة بظلمهم (سورۃ النساء آیہ ۱۵۳ پ ۶) یعنی موسیٰؑ کی قوم نے کہا کہ ہم اے موسیٰؑ تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک خدا کو ظاہر بظاہر نہ دیکھ لیں تو ان کو بجلی نے لے ڈالا اور وہ اُس ظلم کی سزا میں جل کر مر گئے جو انہوں نے کئے تھے۔" ظلم سے مراد یہ کہ انہوں نے جناب موسےٰؑ کے بیان کا یقین نہ کیا اور خدا کو دیکھنے کی خواہش کی۔ اُس وقت جناب موسیٰؑ نے کہا جیسا کہ قرآن میں ہے: اتهلكنا بما فعل السفهاء منا (آیت مذکورہ) یعنی اے خدا تو ہم کو ہماری قوم کے احمقوں کے فعل کے سبب ہلاک کرتا ہے۔" یعنی رویت کا طلب کرنا۔ لہٰذا اے ابراہیم! قوم موسیٰؑ اگر رویت کی طلب میں حق بجانب ہوتی، اور خدا کی رویت ممکن ہوتی تو خداوند عالم ان کو ہلاک نہ کرتا۔ ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ جبکہ موسیٰؑ نے قوم کے اصرار سے طلب رویت کیا تھا تو اُن کے جل جانے اور ہلاک ہو جانے کے بعد کیوں کہا کہ تبت الیك (میں تجھ سے توبہ کرتا ہوں) حُسنیہ نے کہا کہ اے ابراہیم اجازت لینے سے پہلے حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا تھا۔ بہتر یہ تھا کہ سوال کرنے کی اجازت لے لیتے اس کے بعد سوال کرتے۔ اور اجازت نہ لینا نہ گناہ صغیرہ تھا نہ کبیرہ۔ اور رسولوں کی منزلت و مقام چونکہ بلند ہے، ترکِ ادب کے سبب سے وہ استغفار کرتے تھے۔ کیونکہ وہ معصوم اور خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اے ابراہیم میرے اور تیرے درمیان عدم رویت باری تعالےٰ کی بحث ہے اور میرا استدلال عدم رویت پر تھا۔ اور تبت الیك عدم رویت سے متعلق دلیل نہیں ہے

(سورۃ الاعراف آیہ ۱۵۵ پ ۹)

بلکہ میرے مدعا پر شاہد ہے۔

اے ابراہیم سُن! خدائے عز و جل نے موسیٰؑ سے فرمایا لن ترانی "یعنی تم مجھ کو کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ نہ دُنیا میں نہ آخرت میں۔ کیونکہ "لن" ہمیشگی کی نفی پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی موسیٰؑ باوجود نبوت و تقرب اور اولوالعزم پیغمبر اور کلیم ہونے کے نہیں دیکھ سکتے پھر غیر نبی اور غیر کلیم کیسے دیکھ سکتا ہے۔

اے ابراہیم! رویت کی صحت تین شرطوں پر مشروط ہے۔ اوّل حاسۂ بصر کی سلامتی۔ دوم رویت مرئی۔ سوم عدم حجاب۔ اور آج یہ تینوں شرطیں موجود ہیں۔ اگر خدا دیکھنے کے قابل ہوتا، چاہئے تھا کہ دُنیا میں دکھائی دیتا۔ اور جب دکھائی نہیں دیتا تو اس بات کی دلیل ہے کہ اُس کی رویت محال ہے۔ نیز اگر حق تعالےٰ کی رویت جائز ہوتی تو جسم ہوتا یا عرض یا جوہر ہوتا۔ اور محال ہے کہ وُہ جسم و عرض و جوہر ہو۔ اس سبب سے کہ یہ چیزیں حادث ہیں اور وُہ قدیم ہے۔

اے ابراہیم! تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو چیز دیکھنے کے قابل ہوتی ہے ضروری ہے کہ وُہ کسی کیفیت کے ساتھ دیکھی جائے۔ اور ذات الکیف یعنی کیفیت کے ساتھ ذات محدث ہوتی ہے۔ اور وُہ چیز جس کو دیکھنا مقصود ہو چاہئے کہ وُہ سامنے ہو اور جو چیز ایسی ہو تو وُہ حق تعالیٰ پر صادق نہیں آتی لہٰذا اُس کا دیکھنا محال ہے۔

ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ آیۂ وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرۃ (سُورۃ القیامۃ پ ۲۹ آیۃ ۲۲) یعنی اُس روز بہت سے چہرے تر و تازہ اور مسرور ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم سُن! یہ آیۃ ماؤل زنادیل کی ہوئی، ہے الیٰ ربھا ناظرۃ یعنی الیٰ نعمۃ ربھا ناظرۃ۔ یعنی خدا کی نعمت اور اسکی رحمت کی طرف دیکھ رہے ہوں گے"۔ اور اس جگہ مضاف محذوف ہے اور قرآن میں ایسی مثالیں بہت ہیں۔ اور معلوم ہو کہ حدقہ کا نظر پھیرنا مرئی (منظر) کے لئے ہے اور یہ خدا

کے لئے زیبا نہیں ہے۔ کیونکہ وُہ جسم و جسمانیت سے پاک و منزّہ ہے۔ دوسرے یہ کہ جس جگہ لفظ نظر ہو رویت لازم نہیں۔ کیونکہ رویت بمعنی دیدار ہے جیسا کہ عرب شاعر کہتا ہے نظرت الی الھلال ولما ارٰہ۔ یعنی میں نے چاند کی طرف نگاہ کی لیکن اُس کو نہیں دیکھا۔ اگر نظر رویت کے معنی میں ہوتی تو کلام میں تناقص ہوتا۔

ابراہیم نے کہا اے حُسنیہ اس آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ (سُورہ کہف آیت ۱۱۱ پ ۱۶) کے بارے میں کیا کہتی ہے یعنی "جو شخص اُمید رکھتا ہو خدا کے سامنے حاضر ہوگا"؟ حُسنیہ نے کہا لقاء کے معنی مقابلہ میں دیکھنے کے قابل چیز ہوتی ہے اور تمہارے نزدیک کہ دشمن ہو مقابلہ میں۔ اور نزدیک سے دیکھنا حق تعالےٰ کے لئے جائز نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر لقار بمعنی دیدار ہوتا تو خدا لقا کے معنی دیدار کے فرماتا۔ اور لقاء منافقوں کے لئے خدا نے ثابت کیا ہے۔ ارشاد ہے:۔ فاعقبھم نفاقاً فی قلوبھم الی یوم یلقونہ۔ یعنی ان کے دلوں میں اس روز تک نفاق قائم رہے گا جس روز کہ وُہ خدا تک پہنچیں۔ اور باتفاق تمام اہلِ مذاہب منافقوں کو خدا کا دیدار نہ ہوگا۔ لہٰذا معلوم ہُوا کہ قرآن میں جس جس جگہ لقاء کا ذکر ہے اُس سے مراد دیدار نہیں ہے۔ اگر مومنین کے لئے لفظ لقاء آیا ہے تو اُس سے مراد ثواب ہے اور خدا کی رحمت۔ اگر کافروں اور منافقوں کے لئے آیا ہے تو اس سے مراد جہنم اور خدا کا عذاب ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:۔ وان کثیراً من الناس بلقائ ربھم لکافرون (سورۃ روم آیت ۸ پ ۲۱) یعنی کثرت سے لوگ اپنے پروردگار کی رحمت کا اعتقاد نہیں رکھتے"۔ اس آیت میں لقاء معنی رحمت ہے۔ اور یہ آیت اس کی شاہد ہے:۔ واما الذین کفروا وکذبوا بایاتنا ولقائ الاخرۃ فاولئک فی العذاب محضرون (سورۃ روم آیت ۱۶ پ ۲۱)۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا تو یہی لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے"۔ یہاں لقاء سے مراد ثواب آخرت ہے۔

اسے ابراہیم! اگر رویت دنیا میں ممکن ہوتی تو خداوند عالم موسیٰؑ کے اور ان کی قوم

کے جواب میں فرماتا لن ترانی فی الدنیا۔ یعنی تم مجھ کو دنیا میں ہرگز نہ دیکھو گے لیکن آخرت میں دیکھو گے۔ معلوم ہو کہ یہ نفی مطلق ہے یعنی مجھ کو کبھی نہ دیکھو گے نہ دیکھ سکو گے۔

جب حسنیہ کی تقریر یہاں تک پہنچی ہارون نے اُس کے کلام کو قطع کرکے کہا:۔

اے حسنیہ! تیرے آقا جعفر بن محمد (علیہ السلام) نے کس دلیل سے لوگوں کو متعہ کرنے کی ترغیب دی اور حکم دیا ہے؟ حسنیہ نے کہا کہ نص جلی کی بنا پر جیسا کہ ملک العلام فرماتا ہے:۔ فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ۔ (سورۃ النساء آیۃ ۲۴ پ ۵) یعنی جب تم متعہ کرو تو عورتوں کو اُن کا مہر دے دو۔" خلیفہ وقت پر واضح ہو کہ تمام مفسرین و فقہاء معتقد ہیں کہ اس سے مراد نکاح متعہ ہے۔ ابراہیم نے کہا یہ منسوخ ہے اور اہلسنت والجماعت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کچھ دنوں کے لئے حلال تھا بعد میں حرام ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے بعد حرام ہوا۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم واضح ہو کہ یہ کمالِ تعصب کی بنا پر تیرا کلام ہے کیونکہ تمہارے علمائے اس بارے میں مختلف روایت نقل کی ہے۔ اختلافِ لفظ و معنی کے ساتھ۔ جو بعض بعض کے خلاف ہیں۔ واضح ہو کہ قرآن میں جو آیت منسوخ ہوئی اُس کی ناسخ آیت موجود ہے۔ اگر تم سے کوئی سوال کرے کہ متعہ کی ناسخ آیت کون سی ہے تو کیا کہتے ہو؟ ابراہیم نے عاجز ہو کر کہا کہ عمر کی جانب سے ممانعت ہمارے لئے سند ہے کہ اگر یہ منسوخ نہ ہوتا اور رسول اللہ نے اس سے منع نہ کیا ہوتا تو عمر منع نہ کرتے۔

حسنیہ نے کہا اے ابراہیم حلیت متعہ اور اس کے منسوخ نہ ہونے کی دلیل عمر کی ممانعت ہے۔ اگر خدا یا رسولؐ کی طرف سے متعہ منسوخ یا حرام ہوتا۔ یقیناً جس روز عمر نے متعہ سے منع کیا تھا تو اُسی حدیث سے متمسک ہوتے اور اس کو سند قرار دیتے اور کہتے کہ خدا نے متعہ کی تحریم میں یہ فرمایا یا رسول اللہ نے اس حدیث کے ذریعہ ممانعت فرمائی۔ وہ یہ نہ کہتے کہ متعتان کانتا فی عھد رسول اللہ حلالاً وانا احرمھما و اعاقب

علیہما متعۃ الحج ومتعۃ النساء۔ یعنی دو متعہ جو رسولؐ خدا کے زمانہ میں حلال تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں۔ اب اس کے کرنے والے کو سزا دوں گا" ایک متعہ الحج دوسرا متعہ النسآء" اور عمر کی اس عبارت کے ساتھ ممانعت اس بات کی شاہد ہے کہ خدا اور رسولؐ کی جانب سے متعہ کی ممانعت نہیں ہوئی بلکہ ہم اُس کے کرنے پر مامور ہیں اس لئے کہ خدا اور رسولؐ کی جانب سے ہم کو اس کے کرنے کی اجازت ہے اور نہ کرنے کے بارے میں کوئی حکم واقع نہیں ہوا ہے۔ اور نہ کسی محدّث یا مورخ نے نقل کیا ہے۔ بلکہ اس کے کرنے میں ثواب عظیم ہے۔ اس بارہ میں اہلبیتؑ کے طریقہ سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ اُن کے امیر المومنینؑ نے فرمایا: لولا عمر نھیٰ عن المتعۃ ما زنیٰ الا شقی او شقیۃ۔ (یعنی اگر عمر نے متعہ کی ممانعت نہ کی ہوتی تو کوئی مرد یا عورت زنا نہ کرتی)۔

اے ابراہیم جو احادیث و اخبار تمہارے طریقہ سے واقع ہوئے ہیں اور تمہارے ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے ان میں سے میں بیان کرتی ہوں۔

عمر بن حصین سے روایت ہے اُس نے کہا کہ انزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ وفعلناہا مع النبیؐ ولم ینزل قرآن یحرمہا ولم ینھی النبی عنہا حتیٰ مات یعنی متعہ کی آیت خدا کی کتاب میں نازل ہوئی اور ہم نے عہد نبیؐ میں متعہ کیا اور اس کی حرمت میں قرآن میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ اور پیغمبرؐ نے ہم کو منع نہیں کیا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔

اسی طرح عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔ قال کنا نغزوۃ مع رسولؐ اللہ ولیس معنا نساؤنا فقلنا یا رسول اللہ نستخصی النساء فنہانا عن ذالک ورخص لنا ان تنکح المرأۃ بالثوب الی اجل ثم قرأ عبداللہ یا ایھا الذین آمنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔

یعنی عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک غزوہ میں گئے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہ تھیں۔ تو ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا اپنی عورتوں کو ہم لے آئیں؟ حضرت نے انکار کیا اور منع فرمایا۔ پھر حضرت نے ہم کو اجازت دی کہ ہم عورتوں کے ساتھ ایک لباس کے عوض مہر پر ایک وقت معین تک نکاح متعہ کریں۔ پھر عبداللہ بن مسعود نے اس آیت کی تلاوت کی کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو پاک وطاہر چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو جن کو ہم نے تمہارے لئے حلال قرار دیا ہے۔"

اسی طرح عبداللہ بن عمر سے مثل اس کے روایت ہے:۔

سئل عن عبد اللہ بن عمر رجل من اہل الشام عن متعۃ النساء قال ھی حلال۔ فقال ان اباك قد نھی عنھا فقال بن عمر ارأیت ان کان ابی قد نھی عنھا وسنھا رسول اللہ ما نترك السنۃ ونتبع قول ابی۔ مطلب یہ ہے کہ اہلِ شام میں سے ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے پوچھا کہ عورتوں کے ساتھ متعہ حلال ہے یا حرام عبداللہ بن عمر نے کہا کہ اگرچہ میرے باپ نے ممانعت کی ہے لیکن خدا و رسول نے اس کے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ہم ترکِ سنت ہرگز نہیں کریں گے اور اپنے باپ کی پیروی نہ کریں گے۔" اے ابراہیم ہر چیز مباح ہے جب تک اُس کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہو۔ اور ممانعت کا وارد ہونا دلیل کا محتاج ہے۔ جس چیز کے بارے میں ممانعت کی دلیل نہیں ممانعت نہیں۔ اگر تو کہے کہ عمر مانع ہوئے جیسا کہ مذکور رہوا۔ تو ہم کہتے ہیں دو حال سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ ان کی ممانعت کسی دلیل کے ساتھ ہو یا اجتہاد ہو۔ اگر دلیل کے ساتھ ہو تو تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن یہ تو قطعی طور سے ظاہر ہے کہ کوئی دلیل نہیں ہے نہ سمعی دلیل ہے نہ عقلی دلیل۔ تاکہ ان کی ممانعت مستند سمجھی جائے۔ اور اگر ان کا منع کرنا از روئے اجتہاد ہوگا میں تسلیم نہیں کرتی اس لئے کہ جو اجتہاد نصِ الٰہی و رسول خدا کے مقابلہ میں ہو وہ باطل ہے۔ دوسرے امیر المومنین علی علیہ السلام کا قول اس فتوے میں حجت ہے ان کے معصوم

ہونے کے سبب سے اور اہلبیت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، سعید بن جبیر، اور جابر بن عبداللہ انصاری کا اجماع دلیل واضح ہے کہ متعہ حلال ہے۔

دوسرے اے ابراہیم! تجھ کو معلوم ہو کہ ابی ریاح جو فقہائے تابعین سے ہیں صفوان بن معلّٰی سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عمر نے جو متعہ النساء سے منع کیا اُس کا سبب یہ ہے کہ عمر بن جریب نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ عمر نے پوچھا کہ جب تم نے متعہ کیا کون کون موجود تھا کس کے سامنے متعہ کیا؟ اُس نے کہا کہ میری ماں اور اُس کی ماں موجود تھیں۔ اس وقت عمر نے کہا انہیٰ عنہا واخشی ان یکون ذالک وغالاً ای فساداً۔ یعنی میں متعہ کرنے سے منع کرتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ اس میں کوئی فساد ہو"۔ یہی بات جو بیان ہوئی اپنی ممانعت کی عمر نے سند قرار دی اور اُسی روز متعہ سے لوگوں کو ممانعت کی۔ اے ابراہیم کوئی کسی شرعیہ عقد کے سُنتے ہی ڈرے کہ وُہ امر شرعی موجب فساد ہوگا، کیا جائز ہوگا کہ اُس کو حرام کر دیا جائے اور اس کی ممانعت کی جائے۔ تو اس صورت سے تمام احکامِ شرعیہ و احکامِ ملّیہ میں فساد کا خوف ممکن ہے۔ اے ابراہیم اگر کوئی بموجب قول خدا و رسولؐ مخالفتِ عمر کرے تو اس کو بدعت سمجھتے ہو اور اس کو رافضی کہتے ہو اور اس کی تکفیر کرتے ہو اور اس کو قتل کر دیتے ہو۔ اس عناد و تعصب و گمراہی کا کیا کہنا۔ دوسرے اے ابراہیم تجھ کو معلوم ہو کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز عبداللہ بن عباس کہیں جا رہے تھے۔ جب مسجد الحرام کے دروازہ پر پہنچے ملازموں نے اُن سے کہا کہ عبداللہ بن زبیر اصحاب کثیر کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے ہیں۔ اُس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر مکہ میں خلافت کا دعوٰے کرنے لگے تھے۔ اور عبداللہ بن عباس آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ الغرض وُہ وہاں اُترے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ جب عبداللہ بن زبیر کی نگاہ اُن پر پڑی تو طعن کے طور پر کہا: جائنا اعمیٰ اعمی اللہ قلبه یحل المتعة وھی الزناء المحض۔ یعنی اندھا آیا خدا اس کے دل کو اندھا کر دے۔ یہ متعہ کو حلال کہتا ہے جو محض زنا ہے"۔ عبداللہ بن عباس

نے جب یہ سُنا تو بیٹھ گئے۔ تمام حاضرین نے ان کی تعظیم کی۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا:
انّ اللہ سلب ابصارنا وسلب بصائرکم۔ یعنی خدا نے میری بینائی سلب کر لی
اور تمہاری عقلوں کو سلب کر لیا واللہ لقد انزلت المتعۃ فی کتاب اللہ وعمل بہا علی عہد رسول اللہ
ولم ینہ عنہا ولم یات بعد رسول اللہ یحرمہا والدلیل علی ذلک قول عمر متعتان
کانتا علی عہد رسول اللہ محللتین انا احرمہما واعاقب علیہما فقبلنا شہادتہ
ولم نقبل تحریمہ یا عبداللہ انک من متعۃ فاسئل امک عن بردی عوسجہ عبداللہ
ابن عباس کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ "خدا کی قسم متعہ کی آیت قرآن مجید میں نازل ہوئی اور خدا نے
اس سے منع نہیں کیا اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا رسول نہیں آیا جو
متعہ کو حرام کرتا۔ اور اس پر دلیل عمر کا قول ہے جو انہوں نے کہا کہ دو متعہ رسول اللہ کے
زمانہ میں حلال تھے میں ان کو حرام کرتا ہوں اور اُس کے کرنے والے پر عذاب کروں گا۔
تو ہم نے عمر کی گواہی کو قبول دیا اور کیا لیکن اُن کے حرام کرنے کو نہیں منظور کرتے۔ اے
عبداللہ بن زبیر بیشک تو متعہ کے ذریعہ سے پیدا ہوا ہے۔ لہٰذا جا کر اپنی ماں سے عوسجہ
کی دو چادروں کا حال پوچھ لے۔"

جب عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے یہ سُنا تو بہت شرمندہ و پشیمان
ہوا۔ چونکہ اس کی حکومت کا زمانہ تھا شرمندگی کے سبب سے مجلس سے اُٹھا اور اپنے گھر
چلا گیا اور تلوار کھینچ کر نہایت غصہ میں اپنی ماں کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ مجھ کو عوسجہ کی
دو چادروں کا حال بتاؤ۔ اُس کی ماں نے اُسی وقت کہا۔

ان اباک کان مع رسول اللہ وقد اھدی لہ رجل یقال لہ عوسجہ
بردین فاعطاہ فمتعنی بہما فحملت بک وانک من متعۃ۔ یعنی تیرا باپ
زبیر رسول خدا کے ساتھ تھا اور عوسجہ نامی ایک شخص نے دو بردیمانی رسول اللہ کو ہدیہ
کیا۔ آنحضرتؐ نے دو۔ دونوں چادریں تیرے باپ زبیر کو عطا فرمائیں اور تیرے باپ نے

عبداللہ بن زبیر کا متعہ کے ذریعہ پیدا ہونا۔

انہی دونوں چادروں کو میرا مہر قرار دیا اور مجھ سے متعہ کیا۔ اور میں تجھ سے حاملہ ہوگئی اور تُو متعہ سے پیدا ہُوا ہے۔

جب حُسنیہ کی تقریر یہاں تک پہنچی ہارون بہت خوش ہُوا۔ کیونکہ عبداللہ بن عباس اُس کے جد تھے۔ اُس نے یحییٰ ابن خالد سے باآواز بلند کہا کہ ہم اب تک متعہ سے مانع تھے اور اب لوگوں کو نکاحِ متعہ کی اجازت دی۔ اُس کے بعد ہارون کے آخری زمانہ میں متعہ کا رواج ہُوا اور ایک مدت تک اُس کی ممانعت نہیں ہوئی اور مامون کے زمانہ میں بھی متعہ پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ معتصم نے اپنے زمانہ میں منع کیا۔ حُسنیہ نے کہا کلام کو بہت طول ہوگیا اور خلیفۂ وقت اور سلاطین و ارکانِ دولت کو اس مباحثہ و مجادلہ سے زحمت ہوئی۔ میں اب اے ابراہیم تجھ سے ایک دوسرا سوال کرتی ہوں اور اسی سوال پر بحث کا خاتمہ ہو جائے گا۔ سچ کہنا کہ پیغمبرؐ کی یہ حدیث تمہارے نزدیک ثابت ہے؟ کہ پیغمبرؐ نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کے حق میں فرمایا:۔ فاطمة بضعة منی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ یعنی فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے خدا کو اذیت پہنچائی"۔ ابراہیم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور تمام اُمت کو اس کی صحت کا اقرار ہے۔ اور سب اس پر متفق ہیں کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

حُسنیہ نے کہا تم کو تمام چیزوں کے خالق کی قسم سچ کہنا کہ عمر اور ابوبکر نے فدک کو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے ظلم و جبر سے لیا یا نہیں؟ اُس نے کہا ہاں حدیثِ رسولؐ کے بموجب جس کو ابوبکر نے بیان کیا ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما خلفناہ فھو صدقة۔ یعنی ہم گروہِ انبیا کی میراث نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وُہ صدقہ ہے۔

اے ابراہیم! ابوسعید خدری جو تمہارے اصحاب حدیث ہیں روایت کرتے ہیں کہ جب آیت وآت ذاالقربیٰ حقہ نازل ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب فاطمہؑ کو طلب فرمایا اور کہا کہ خدا جانتا ہے کہ تمہارے باپ کے پاس زیرِ آسمان سوائے فدک کے کوئی چیز ملکیت

میں نہیں ہے اور فدک کو اُس روز آنحضرتؐ نے جناب فاطمہؑ کو بخش دیا اور اُن کے قبضہ میں دے دیا۔ اور جناب رسولؐ کے زمانۂ حیات میں تین سال تک جناب فاطمہؑ کا عامل اُس باغ میں رہا اور حاصلِ فدک اُن حضرتؑ کی خدمت میں پہنچاتا رہا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پانچ سال تک۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر نے فدک اُس مظلومہ سے چھین لیا اور اُن معصومہؑ نے دعوٰے کیا کہ فدک میرا حق ہے تو ابوبکر نے گواہ طلب کیا۔ امیرالمومنین اور حسنین علیہما السلام، امن ایمن اور قنبر نے گواہی دی کہ پیغمبرؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دیا ہے لیکن ابوبکر نے اُن معظمہؑ سے کہا:

هذا بعلك يجره الى نفسه فلا نحكم لشهادته۔ یعنی یہ تمہارے شوہر ہیں اپنی ذات کے نفع کے لئے گواہی دے رہے ہیں۔ میں ان کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ اسی طرح امام حسن و امام حسین علیہما السلام کی گواہی کے بارے میں کہا کہ اپنی اپنی ذات کو نفع پہنچانے کے لئے گواہی دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث تمہارے نزدیک بھی ثابت ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ علی مع الحق والحق مع علی۔ کہ علی حق کے ساتھ ہیں اور حق علی کے ساتھ ہے۔" باوجود اس کے ان کی گواہی قبول نہ کی کہ وہ اپنے فائدہ کے لئے گواہی دیتے ہیں حالانکہ ابوبکر خود اپنے فائدہ کے لئے یہ سب کچھ کر رہے تھے اور حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نورث کو وضع کیا تھا۔ ایسا ظلم اہلبیتؑ رسولؐ پر خود کیا اور ام ایمن کی گواہی نہ سُنی کہ میں ایک عورت کی گواہی نہیں مانتا اور جو کچھ رسولؐ کا ترکہ باغ و زمین سے تھا سب پر خود تصرف کیا اور فدک کو چھین لیا اور کہا کہ فدک رسُولؐ اللہ کی ملک تھا اور انہوں نے فاطمہؑ کے اذوقہ میں مدد کے طور پر دیا تھا۔

اے ابراہیم! جو چیز جناب رسولؐ خدا نے اپنی جگر گوشہ کو بطور معاش دے دیا ہو اُن سے لے لینا کب کسی کو جائز تھا۔ اور ابوبکر کی یہ حدیث بیان کی جائے کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی حالانکہ کسی دُوسرے سے یہ حدیث مروی نہیں ہوئی۔ ابوبکر اور اُن کی بیٹی عائشہ کے سوا

عرب میں کسی شخص سے رسُولؐ اللہ نے نہیں کہی۔ نہ اہلبیتؑ سے نہ صحابہ میں سے کسی سے بیان کی تھی کہ اہلبیت میرے وارث نہیں اور میری میراث نہ پائیں۔ اے ابراہیم اگر ابوبکر مے غلط نہ کہتا تو چاہئے تھا کہ اہلبیتؑ اور تمام صحابہ اس حدیث پر مطلع ہوتے اور پیغمبرؐ اُن سے ایسا اظہار فرماتے کہ جو کچھ میرے ترکہ میں ہو وُہ صدقہ ہے تاکہ ان کے اہلبیتؑ ان کے بعد وُہ چیز طلب نہ کرتے جو اُن پر حرام تھی۔ اور حلال و حرام میں تمیز کرتے کیونکہ اُمت کے درمیان اتفاق ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ لہذا اس صورت میں لازم آتا ہے کہ اہلبیتؑ رسولؐ نے حرام طلب کیا۔ دُوسرے ابوبکر کی بیان کردہ حدیث سے لازم آتا ہے کہ رسُولؐ نے پُورے طور سے تبلیغِ رسالت نہ کی اور آیہ اکملت لکم دینکم غلط واقع ہوئی۔ کیونکہ رسُولؐ تمام عالم کے لوگوں پر عام طور سے مبعوث تھے اور اہلبیتؑ و اقارب و اعزا پر خاص طور سے مبعوث تھے اور بمقتضائے آیہ وانذر عشیرتک الاقربین۔ مامور تھے کہ "اپنے عزیز و اقربا کو (عذاب خدا سے) ڈرائیں"۔ لہذا اگر ابوبکر کا کلام صحیح ہو تو بلا شبہ رسُولؐ اللہ نے ادائے رسالت میں تقصیر کی۔ اور اپنے اہلبیتؑ پر ظلم کیا تھا کہ ان کو مطلع نہیں کیا تھا کہ شرعاً تم کو جائز نہیں کہ میری میراث حاصل کرو اور میں جو کچھ چھوڑ جاؤں وُہ صدقہ ہے اور تم پر حرام ہے۔

اے ابراہیم! کیوں نہیں بولتا۔ جواب کیوں نہیں دیتا؟ کیا خداوند عالم یہ صدقہ روا رکھتا ہے کہ جو کچھ تم روا رکھتے ہو کہ ابوبکر کی بات کو صحیح اور اپنے پیغمبرؐ پر ظلم و تقصیر لازم جانتے ہو۔ اے ابراہیم اگر پیغمبرؐ نے اپنے اعزا و اقربا سے کہا ہوتا کہ میری میراث نہیں ہے اور میرا جو کچھ ترکہ ہے وُہ صدقہ ہے اور تم پر حرام ہے، تو ان لوگوں نے پیغمبرؐ کی بات نہ سُنی اور قبول نہیں کی تو یہ اُن کے عصیان بلکہ کفر کی دلیل ہے حالانکہ خداوند عالم نے ان کی پاکی پر گواہی دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اور عالمین کے تمام مخالف و موافق لوگوں کا اتفاق ہے کہ اہلبیت رسُولؐ اہلِ بہشت

سے ہیں بنصِ خدا اور رسولؐ۔ بلکہ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں اور ساقی حوضِ کوثر ہیں۔ اور یہ تمہارے قول کے مطابق بھی ہے اور اُن احادیث کی رو سے جو تم اپنے زعم میں روایت کرتے ہو۔ تو جب تمہارے پاس کوئی شافی جواب نہیں ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ ابوبکر نے حدیث جھوٹی وضع کی اور خدا اور رسولؐ پر افترا و جھوٹ باندھا تمہارے اور تمام مسلمانوں کے اعتقاد میں کفر ہے۔ اسی طرح حضرت سیدۃ النساء العالمین کی نسبت ظلم ہے اور شہادت امیر المومنین و حسنین علیہم السلام کی تکذیب صریحی کفر ہے اور ظلم ہے قبیح۔

ابو یوسف، شافعی اور تمام علماء جو موجود تھے اُن میں سے کسی کو بولنے کی مجال نہ تھی۔

ہارون بھی اپنے افعال قبیحہ پر شرمندہ تھا۔

پھر حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! جس حالت میں کہ فاطمہؑ نے فدک کا دعوےٰ کیا اور کہا کہ پیغمبرؐ نے اپنی زندگی میں فدک مجھے دیا۔ ابوبکر نے گواہ طلب کیا؛ کیا پیغمبرؐ کی شریعت پر عمل کیا یا خلاف شرع کیا؟ ابراہیم نے اس خوف سے کہ کوئی بات کہے اور ایسا نہ ہو کہ اُس کے لئے خود الزام اور فضیحت کا سبب اس سے زیادہ ہو جس قدر ہو چکا ہے، کچھ نہیں جواب دیا۔

حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم! حضرت سیدۃ النساء مالک و صاحب قبضہ تھیں اور ابوبکر نحن معاشر الانبیاء کے مدعی تھے۔ صاحب شریعت کے حکم کے بموجب البینۃ علی المدعی والیمین علیٰ من انکر۔ (یعنی ثبوت دینا مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اُس کے لئے جو انکار کرے) اُس کے بعد جبکہ فاطمہؑ سے جو صاحب قبضہ تھیں گواہ طلب کیا، یہ جہل کے سبب سے تھا یا ظلم تھا۔ اے ابراہیم خدا کے لئے جواب دے یا زریں کرسی سے اُتر آ۔ اور یہودیوں کی امامت کر۔

ابراہیم و ابو یوسف اور شافعی کی یہ حالت تھی کہ اپنی موت چاہتے تھے اور تمام خلائق اُن پر ہنس رہی تھی اور وہ علماء ہارون کے خوف سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔

روایت ہے کہ ہارون کا ایک چچازاد بھائی تھا نہایت حسین و خوبصورت اور حسن سیرت و خوشخوئی سے آراستہ اور نہایت صاحب کمال تھا۔ اُس کا نام خالد بن عیسٰی تھا اور محبت اہلبیتؑ میں مشہور تھا اور اس نے کبھی تقیہ نہیں کیا۔ اور ہارون پر بھی ظاہر تھا کہ وُہ اہلبیتؑ کے طریقہ پر تھا۔ چونکہ ہارون اُس سے بہت محبّت کرتا تھا اس لئے وُہ جو چاہتا تھا کرتا تھا اور کہتا تھا۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ اُس سے متعرض ہوتا۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حُسنیہ علماء کو قائل اور لاجواب کرتی وُہ مٹھی میں درہم بھر کے حُسنیہ پر نثار کرتا تھا اور اُس کی تعریف کرتا تھا اور علماء پر ہنستا اور ان کا مذاق اُڑاتا تھا۔ اور ہارون کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوتا اور قبضۂ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے حُسنیہ کی حفاظت میں مصروف تھا تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی اس کو ایذا و آزار پہنچائے اور ہر لمحہ حُسنیہ کی دلداری کرتا اور بحث کی ترغیب کرتا تھا۔ اس وقت حُسنیہ نے ہارون اور اُس کے مصاحبین کی طرف رُخ کیا اور کہا:۔

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس روز کہ حضرت علیؑ نے گواہی دی اور ابوبکر نے اُن کی گواہی رد کر دی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر اگر دو اشخاص تمہارے پاس آئیں اور ان میں سے ایک دُوسرے پر دعوٰے کرے کہ فلاں ملک معینہ و محدودہ جو اُس کے تصرف میں ہے میری ملک ہے اور وُہ ناحق قبضہ کئے ہوئے ہے اور غاصب ہے۔ تو کیا تم صرف اُس کے دعوے پر قبل اس کے کہ مُدعا علیہ کا ظلم ثابت ہو اور تم تحقیق کرو کہ وُہ غاصب ہے یا نہیں، تم اُس سے وُہ ملک لے کر مدعی کو دے دو گے؟ ابوبکر نے کہا نہیں تو امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ گواہ مدعی سے طلب کرو گے یا مدعا علیہ سے ابوبکر نے کہا کہ مدعی سے طلب کروں گا کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ البینۃ علے المدعی و الیمین علے المنکر۔ تب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ پھر تم نے کیوں رسول اللہ کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ اور آنحضرتؐ کی پارہ جگر کے ساتھ خلافِ حکمِ خدا و رسولؐ عمل کیا۔ ابوبکر نے کہا یا اباالحسنؑ کس طرح؟ حضرتؑ نے فرمایا اس طرح کہ فاطمہؑ مدعا علیہ اور صاحبِ قبضہ اور فدک پر متصرفہ ہیں جس شخص نے دعوائے

نحن معاشر الانبیاء کیا اپنے دعوے کے مطابق اُس کو چاہئے کہ ثبوت پیش کرے اور
جس حالت میں پیغمبرؐ نے اپنی حیات میں سیدہؑ کو دیا ہو اسلام کے حکم کے مطابق اُس کو چاہئے
کہ رسُولؐ کے وارثوں کے قبضہ میں رہے۔ اُس وقت تک کہ حدیث کا مدعی دلیل انصاف کے
ساتھ اپنے مدعا پر نہ پیش کرے۔ اور چاہئے کہ گواہ وُہ ہو جس پر صدقہ حرام ہو اور شرعاً صدقہ سے
حصّہ نہ لیتا ہو۔ اور وُہ گروہ بنی ہاشم ہیں کہ اُن پر صدقہ حرام ہے۔ سوائے بنی ہاشم کے تمام مُسلمان
صدقہ میں شریک ہیں اور حصّہ لیتے ہیں۔ لہٰذا اُن تمام لوگوں کی گواہی جو صدقہ میں شریک ہیں
فدک کے بارے میں قابلِ قبول نہیں ہو سکتی سوائے بنی ہاشم کے۔ پھر وُہ شخص جو فدک کا مدعی ہو
اگر گواہ پیش کرنے سے عاجز ہو تو لازماً غایت مانی الباب فاطمہؑ کی قسم کی طرف متوجہ ہو اُس کے
اعتقاد کے مطابق جو اہلبیتؑ کی عصمت پر اعتقاد نہیں رکھتا ہو۔ اے ابوبکر فاطمہؑ بحکمِ الٰہی معصومہ
ہیں۔ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ معصوم گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو گا اور باطل دعوے کرے گا اور صدقہ
جو اُس پر حرام ہے اُسے طلب کرے گا۔ ابوبکر شرمندہ ہوئے اور سر جھکا لیا جس طرح اے ابراہیم
تُو نے سر جھکا رکھا ہے اور حق کے مطابق کوئی جواب نہیں دے سکتا اور نہ اپنی ضلالت و گمراہی کا
اقرار کر سکتا ہے۔ پھر تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ابوبکر کا کلام باطل ہے اور حدیث "نحن معاشر الانبیاء"
موضوع ہے اس وجہ سے کہ نصِ کلام الٰہی کے خلاف ہے۔ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے:۔
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (یعنی تمہاری اولاد کے بارے میں
خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا ایک حصّہ دُو لڑکیوں کے برابر ہونا چاہئے) اس حکم کے سب سے
پہلے مخاطب خود رسولؐ کریم ہیں اور یہ حکم عام ہے۔ دُوسرے یہ کہ قرآن میں بہت مقام پر ہے
اور احادیث سے ثابت ہے کہ انبیاء کے لئے میراث ہوتی ہے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے: ورث
سلیمان داؤد۔ "اور سلیمانؑ کو داؤدؑ کی میراث ملی"۔ اسی طرح قرآن میں حضرت زکریاؑ کی دُعا
مذکور ہے کہ انہوں نے خدا سے طلب فرزند کی دُعا کی کہ مجھے ایک فرزند عطا فرما جو میری اور آل
یعقوبؑ کی میراث پائے اور یہ صریح ہے کہ فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من

آلِ یعقوب واجعلہ رب رضیا۔ "تو اپنی بارگاہ سے مجھے ایک جانشین (فرزند) عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو اور اے مالک اپنا پسندیدہ قرار دے"۔ لہٰذا نص الٰہی کے بموجب معلوم ہوا کہ انبیاء کے لئے میراث رہی ہے۔ اور حدیث "نحن معاشر الانبیاء"۔ قرآن کی تکذیب کرتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا وضع کرنے والا قرآن سے واقف نہیں تھا۔ اگر جانتا تو ایسی روایت نہ کرتا کہ قرآن اس کو جھٹلاتا اور مخالفت کرتا۔

اے ابراہیم اگر ابوبکر حدیث کو اس طرح بیان کرتے کہ انا من الانبیاء لا اورث وما اترک یکون صدقۃ علے المسلمین (میں انبیاء میں ہوں۔ کسی کو اپنا وارث نہیں بناتا جو کچھ چھوڑتا ہوں وہ مسلمانوں پر صدقہ ہوتا ہے)، تو قرآن کی شہادت سے اُن کا کذب اور باطل ہونا ظاہر نہ ہوتا۔ لیکن دانائے جزو کل و علیم خبیر خدا نے قرآن سے ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے اس حدیث کے وضع کرنے والے کو اندھا کر دیا تاکہ خداوند دانا و بینا کی گواہی سے اہل معرفت پر اُن کا کذب و باطل ہونا ظاہر ہو جائے۔

علمائے بغداد میں سے ایک عالم نے جو ابو حنیفہ کا شاگرد تھا دیکھا کہ ابراہیم کچھ نہیں بولتا کہا اے حسنیہ تجھ کو معلوم ہو کہ سلیمانؑ بنِ داؤدؑ کو میراث میں علم نبوت ملا تھا نہ کہ مال و سامان و متاع اور ضائع ہونے والی فانی چیزیں ملی تھیں۔ حسنیہ نے کہا کہ یہ وہ بات ہے جسے تجھ سے پہلے دوسرے گمراہوں نے کہی ہے۔ اور یہ ان کی جہالت و تعصب و عداوت کی کثرت کے سبب سے ہے۔ کیونکہ سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کی حیات ہی میں عالم تھے اور پیغمبر ہو چکے تھے۔ اس پر نص قرآن ہے وداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم وکنا لحکمھم شاھدین ففھمناھا سلیمان وکلاً اٰتینا حکماً وعلماً (سورۃ انبیا آیت ۷۸ و ۷۹) اور داؤدؑ و سلیمانؑ دونوں جب ایک کھیت کے بارے میں جس رات کو کچھ بکریاں چر گئی تھیں۔ فیصلہ پر آمادہ ہوئے تو ہم ان کے قصہ کو دیکھ رہے تھے۔ تو ہم نے سلیمانؑ کو ان کا درست و صحیح فیصلہ سمجھا دیا اور ہم نے یوں تو سب کو عقل و علم عطا کیا ہے"۔ تجھ کو معلوم ہو کہ میراث کا

اطلاق ان چیزوں پر کیا جاتا ہے جو میت کے بعد اُس کے وارثوں میں تقسیم ہوتا ہے نبوّت قابلِ تقسیم نہیں ہے۔ اگر قابلِ تقسیم ہوتی تو چاہئے کہ جُملہ اولادِ نبی دنیا ختم ہونے تک نبوت میں شریک ہوتی۔ حالانکہ اولادِ آدمؑ میں صرف حضرت شیثؑ ہی نبی ہوئے۔ لہٰذا نبوت میراث میں نہیں ہوتی بلکہ نبوت وحی الٰہی ہوتی ہے۔ اور عصمت اُس کے استحقاق کی شرط ہے۔ اسی طرح اگر تُو کہے کہ زکریاؑ نے خدا سے وارث نبوت کا سوال کیا تھا نہ کہ مال و اسباب دنیوی کا سوال کیا تھا تو تیرے بیان سے حضرت زکریاؑ کی نبوّت کی قدح لازم آتی ہے نعوذ باللہ بلکہ ان کی معصیت اور کفر لازم آتا ہے۔ حاشا من ذالک۔

ابراہیم نے کہا کس طرح؟ حُسنیہ نے کہا اس صورت سے کہ زکریاؑ نے دعا میں کہا وانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراً فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من اٰل یعقوب واجعلہ رب رضیاً (سورۃ مریم آیۃ ۵و۶، پ ۱۶) جناب زکریاؑ نے دُعا کی کہ میں (اپنے مرنے کے بعد) اپنے وارثوں سے خوف رکھتا ہوں اور میری زوجہ بانجھ ہے لہٰذا مجھ کو اپنی بارگاہ سے ایک فرزند عطا فرما جو میرا اور آلِ یعقوبؑ کا وارث ہو اور اے میرے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ قرار دے۔

اے ابراہیم! تجھ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہلِ تفسیر کا اس پر اجماع ہے کہ موالی سے مراد اِس جگہ چچا کے بیٹے ہیں۔ اگر وارثِ نبوت مطلوب ہوتا تو خدا سے دُعا کرتے کہ میرا وارث ہونے کے لئے مجھے لڑکا عطا فرما تاکہ میرے چچا کے بیٹے نبی نہ ہوں اور رتبۂ نبوت پر نہ پہنچیں۔ اور یہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریاؑ قضائے الٰہی پر راضی نہ تھے اور چچا کے بیٹوں پر حسد کرتے تھے۔ اور یہ معصیت حضرت زکریاؑ پر دلیل ہے بلکہ ان کے کفر پر معاذ اللہ من ھٰذہ الاعتقاد۔ باوجودیکہ دُعا کے آخر میں رب رضیا۔ بلاشک و شبہ نبی راضی تھے۔ اگر آیہ مذکورہ سے نبوت مراد ہوتی تو واجعلہ رب رضیا نہ فرماتے اور یہ کہنا بے فائدہ ہوتا۔ لہٰذا بدلائل عقلی و نقلی ثابت ہُوا کہ انبیاء کے لئے میراث ہوتی ہے۔ حدیث نحن معاشر الانبیاء موضوع اور وضع کرنے والا

کاذب و ظالم ہے کیونکہ حدیث مخالف قرآن ہے۔

جس وقت آیت انك میت وانھم میتون نازل ہوا۔ جناب رسولؐ خدا منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لوگو! میرے بعد میرے اصحاب میری طرف سے بہت جھوٹ بیان کریں گے اور ہر شخص اپنی خواہش و مطلب کے مطابق حدیثیں وضع کرے گا۔ یاد رکھو! جو حدیث میری طرف منسوب کی جائے اور قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کا اعتبار نہ کرو۔ اور جو حدیث موافق کتاب خدا ہو اس کا اعتبار کرنا۔ وہ حدیث یہ ہے:۔

اذا جاءکم عنی حدیث فاضربوہ علی کتاب اللہ فما وفق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فادفعوہ۔ یعنی جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب خدا سے مطابق کرو تو جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق ہو اس کو لے لو۔ اور جو مخالف کتاب اللہ ہو اُس کو دفع کرو۔"

اے ابراہیم! جب جناب رسولؐ خدا دُنیا سے تشریف لے گئے خچر، شمشیر، ناقہ اور عمامہ اور دُوسری چیزیں۔ جو حضرتؐ کی تھیں سب پر امیر المومنینؑ متصرف ہوئے تھے اور آنحضرتؐ کی زرہ رہن تھی۔ امیر المومنینؑ نے اُس کو رہن سے چھوڑایا اور اپنے تصرف میں لائے اور یہ سب چیزیں حضرتؐ کی وراثت میں تھیں اور کسی شخص نے ان سے جھگڑا نہیں کیا۔ اور یہ تمام امور تمہاری کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور کسی نے نہیں کہا کہ رسولؐ اللہ کی میراث نہیں ہوتی کیوں رسولؐ کی متروکہ چیزوں پر تصرف کرتے ہو۔ لہذا چاہیئے تھا کہ وہ چیزیں بھی امیر المومنینؑ سے واپس لے لیتے۔ اور اگر کہا جائے کہ لوگوں نے طلب کیا تھا اور امیر المومنینؑ نے زبردستی کی اور نہیں دیا تو وہ لوگ عاجز ہو گئے۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں کہ علیؑ نے ظلم کیا ہو اور جس چیز پر ان کو شرعاً تصرف نہ کرنا چاہیئے تھا انہوں نے تصرف کیا ہو اور جو چیز اُن پر حرام ہو نعوذ باللہ کفر سے نزدیک تھا کہ وہ اُس پر تصرف فرمائیں۔ اگر کہا جائے کہ رسولؐ اللہ نے اپنی حیات مقدسہ میں وہ چیزیں امیر المومنینؑ کو دے دی تھیں

تو یہ جھوٹ ہو گا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس امر پر حدیث اجماعی اور متفق فیہ وارد ہوتی کہ رسولؐ اللہ نے اپنی حیات ہی میں اپنی متروکہ چیزیں علیؑ کو دے دی تھیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اِرث اُن حضرتؐ کو منتقل ہوئی اور وراثت کے طور پر علیؑ نے ان کو حاصل کیا۔ جب حُسنیہ نے بات یہاں تک کی ہارون نے کہا اے ابراہیم اور اے علماء تم نے حُسنیہ کا چونکہ جواب نہیں دیا اُس نے تمہارے مذہب کو ضائع و باطل کر دیا اور تم خاموش رہ گئے اور تمہارا سکوت تمہارے قائل ہونے اور شکست کی دلیل ہے۔ لہٰذا حُسنیہ کا مذہب کیوں نہیں اختیار کر لیتے۔ تم سب کے سب سروں کو جھکائے ہوئے کیوں خاموش ہو۔

پھر دُوسری مرتبہ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم اور اے علمائے حاضرین تمہاری تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور اُمت کا اتفاق ہے کہ جب ابوبکر نے گواہوں کی گواہی رد کی اور جناب سیدہؑ کے گواہوں کی گواہی نہیں قبول کی تو حضرت سیدہؑ نے کہا اے ابوبکر تم اپنے باپ کی میراث تو لو، اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں۔ الغرض ان پر پورے طور سے حجت تمام کی اور ان کو قائل و لاجواب کیا۔ آخر خشمناک و رنجیدہ واپس گئیں اور روئیں اور قسم کھائی کہ روزِ قیامت اپنے پدر بزرگوار جناب رسالتمآبؐ سے شکایت کروں گی۔ اور جب دُنیا سے رُخصت ہونے لگیں تو حضرت علیؑ سے وصیت کی کہ مجھے رات کے وقت دفن کیجئے گا اور ابوبکر اور ان کے ساتھیوں کو میرے جنازہ پر نہ آنے دیجئے گا۔ اور نہ وُہ میرے جنازہ پر نماز پڑھیں۔

تو حضرت علیؑ وصیت بجالائے اور ان کو بوقتِ شب جناب رسولِ خدا کی قبر اور منبر کے درمیان دفن کیا کہ بموجب حدیث صحیح حضرتؐ کی قبر اور منبر کے درمیان روضہ من ریاض الجنہ (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) ہے اور اُن معصومہؑ کے مقام قبر کو پوشیدہ کر دیا اور زمین کے برابر کر دیا۔ دُوسرے روز ابوبکر و عمر اور اُن کے ساتھ والے امیرؑ المومنین کے دروازہ پر پہنچے اور تعزیت ادا کی۔ اور اُن معظمہؑ کے کفن و دفن کے حالات دریافت کئے۔ حضرتؑ نے فرمایا میں نے ان کو شب میں دفن کر دیا۔ ابوبکر و عمر نے کہا کیوں اصحاب کو خبر نہ کی۔ حضرتؑ نے فرمایا

ان کی وصیت کے بموجب میں نے نہیں چاہا کہ ان کی وصیت کے خلاف کروں۔ کیونکہ ان کی وصیت کی مخالفت ان کی ایذا کا سبب ہوتی۔ تم لوگوں نے رسولؐ اللہ سے متعدد بار سنا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا فاطمہؑ بضعۃ منی من اذاھا فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔ لہٰذا کس طرح مجھ کو جائز تھا کہ خدا اور رسولؐ کو ایذا دوں۔ عمر نہایت شرمندہ ہوئے اور کہا ہم جاتے ہیں اور اُن کو قبر سے نکال کر اُن پر نماز پڑھتے ہیں۔ الغرض اُن معصومہؑ کی قبر بہت تلاش کی مگر نہ پائی۔

اے ابراہیم اس واقعہ پر اجماع اُمت ہے جس طرح میں نے بیان کیا اور کسی نے مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا فاطمہؑ کا رنجیدہ ہونا اور اُن کا غضب، اور مہاجرو انصار کا اُن پر نماز سے محروم رہنا فاطمہؑ کے نہایت قہر و غضب کی دلیل ہے ان مظالم کے سبب سے جو اُن لوگوں نے ان پر کئے اور جو ان کے شوہر بزرگوار پر کئے ان کی امامت غصب کر کے اور اُن کے فرزندوں پر کئے ان کی گواہی رد کر کے۔ اور تمام مہاجرو انصار اس حدیث کی روایت پر متفق ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ ان اللہ یغضب لغضبک ویرضیٰ لرضاک۔ یعنی اے فاطمہؑ! خداوند عالم تمہارے غضب کے سبب سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری خوشنودی کے باعث خوش ہوتا ہے۔" لہٰذا اس حدیث کی رُو سے غضب جناب فاطمہؑ، خداوند عالم کا غضب ٹھہرا۔ اور خدائے تعالیٰ ان ایذا دینے والوں پر حدیث اول کے مطابق کہ فاطمۃ بضعۃ منی الخ جو شخص فاطمہؑ کو رنجیدہ کرتا ہے اُس نے خدا کو رنجیدہ و غضبناک کیا۔ اور خدا فرماتا ہے:۔ ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا (سورۃ احزاب آیۃ ۵۷ پ ۲۲) جو لوگ خدا اور اُس کے رسولؐ کو اذیت پہنچاتے ہیں اُن پر دُنیا و آخرت میں خدا نے لعنت کی ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔" بلاشبہ جن لوگوں نے اہلبیتؑ کو اذیت دی ہے اور اُن پر ظلم کیا ہے اُن پر اور اُن کی پیروی کرنے والوں پر خدا و رسولؐ اور فرشتوں کی لعنت اور خدا کا غضب ہے۔

جب حُسنیہ کا بیان یہانتک پہنچا ابراہیم، ابو یوسف اور شافعی اور دوسرے علماء یکبارگی اُٹھے اور حسنیہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور اذیت پہنچانے کے درپے ہُوئے۔ اور اُس نے بھی اپنی قوت کے مطابق اُن کے دفاع میں کوشش کی۔ اُس نے ابراہیم کی داڑھی پکڑلی اور نہیں چھوڑتی تھی۔ جب یحییٰ برمکی نے یہ حال دیکھا ہارون کے پاس آکر کہا کہ آپ آج رسُولؐ خدا کے جانشین ہیں اور ایک کنیز نے تمام علمائے زمانہ کو ملزم قرار دیا اور سب کو عاجز کر دیا اور وُہ سب آپ کی مجلس میں اُس کو قتل وایذا رسانی کا ارادہ کر رہے ہیں۔ پھر امراء میں سے بھی ہر ایک نے حُسنیہ کی جانب سے سفارش کی۔ اور ہارون کا چچا زاد بھائی جو محبان اہلبیت میں سے تھا اپنی تلوار کھینچ کر ابراہیم اور علماء کی جانب متوجہ ہُوا تو سب نے دفعتہً حُسنیہ کی جانب سے ہاتھ روک لیا اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ ہارون نے نہایت غصہ میں ابراہیم کو جھڑکا اور کہا تم سب جو حاضر ہو خدا سے مطلق شرم نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو اعلم اور زمانہ بھر سے افضل ظاہر کرتے ہو اور ایک کنیز کے جواب سے عاجز اور بیتاب ہو گئے ہو اور عام و خاص تمام لوگ تم پر ہنستے اور تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں اس کے باوجود تم کو شرم نہیں آتی اور اُس کے قتل کا ارادہ کرتے ہو اور اُس کو اذیت پہنچانے پر آمادہ ہو۔ جب امراء و سلاطین نے ہارون سے یہ باتیں سُنیں سب نے اکبارگی اُن علماء کو ملامت کرنا شروع کیا اور ابراہیم اور دیگر علمائے حاضر کی مذمت کی اور اُن پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ حُسنیہ باوجود اس ہجوم کے ان علماء سے خائف نہیں ہوئی اور نہ ساکت ہوئی۔ پھر اُس نے تقریر کا آغاز کیا اور کہا:۔

اے گمراہ کینہ ورو! اور اے دُشمنانِ خدا اور رسُولؐ خدا سے ڈرو اور روزِ قیامت کا تصور کرو۔ اور دنیاوی عزت اور پنج روزہ زندگی کے لئے جناب رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضٰے ور اہلبیت علیہم السلام کی عداوت پر کمر مت باندھو اور باطل اور مہمل باتوں سے جو شل افسانوں اور افسون کے ہیں ناواقف لوگوں کی آنکھوں پر پردہ ڈالتے ہو اور کہتے ہو

کہ فلاں فلاں کے اتفاق سے خلیفہ ہُوا اور فلاں نے فلاں کو امیر قرار دیا لہٰذا وُہ افضل ہے۔
ان ہی اقسام کی واہیات حکایتوں اور باطل روایتوں کو علمِ رسالت کے مقابلہ میں ثبوت اور امامت و عصمت و طہارت اور اسرارِ ملائکہ اور حقائق کی تحقیق کے بارے میں دنیا والوں کی زبان پر جاری کرتے ہو۔ کس لئے قیامت، حشر و نشر اور ہمیشہ کے عذاب کو یاد نہیں کرتے۔ خدا کے غضب سے ڈرو۔ تم نے لاکھوں فتنے خلائق کے درمیان پیدا کر دیئے اور لوگوں کو خدا و رسولؐ اور امام کی معرفت سے لاکھوں میل دُور کر دیا۔ اور گمراہی کی تاریکی میں بعض کو بعض سے آگے بڑھا دیا۔ اور اکثر تمہارے حکایات و روایات و احادیث موضوعہ ظالمانِ و فاسقان اہلبیت اور عورتیں اور بچوں سے اور چڑیا بازوں سے مروی ہیں جو بطریق افسانہ و خواب خیال ہیں۔ انہی کے ذریعہ سے جیسے کوئی شخص کہانی کہتا ہے اور عورتوں اور بچوں کا ایک گروہ سُنتا ہے اور بعض سو جاتے ہیں جب کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور لڑکوں، کبوتر بازوں، عورتوں اور فاسقوں کا نام روایت و حدیث و اخبار کے راویوں میں درج کرتے ہیں۔ اور "قال فلاں عن فلاں" بیان کرتے ہیں اور اس کی شہرت کرتے ہیں کہ فلاں نے حدیث فلاں شیخ سے پڑھی اور فلاں شیخ سے روایت کرتا ہے۔ اور فلاں جولاہا اور حجام مفسّر ہے۔ اور فلاں جاہل بے بصیرت فلاں گوشہ میں چلّہ کھینچ رہا ہے اور بڑے ولیوں اور زمانہ کے مقتداؤں میں سے ہے۔ اور فلاں شیخ نے خواب میں پیغمبرؐ سے ایسا سُنا۔ علےٰ ہذا القیاس جاہلانِ بے بصیرت اور بے معرفت احمق اور گوشہ جہالت میں رہنے والے اور بادیہ ضلالت کے بسنے والے اطراف و جوانب سے اور شہروں، قریوں سے آتے ہیں اور برکت کے خواستگار ہوتے ہیں اور تم سے احادیث وغیرہ نقل کرتے ہیں۔ اور شریعت و معرفت و طریقت کی بنیاد تمہارے خواب و خیال و وہم و گمان کی روایت کردہ باتوں پر رکھتے ہیں۔ اور ان مہملات کا ذوق و شوق عوام اور احمقوں

کے خیالات میں ایسا مستحکم ہوگیا ہے کہ تا وقتِ موت زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جرح و تعدیل و طعن و تکفیر عوام میں پیدا کیا ہے۔ اسی حال پر زمانے گزر گئے اور ان کے اولاد و احفاد پیدا ہوئے اور پیدا ہوں گے۔ اور اہلبیتؑ اور اُن کی اولاد اور اُن کی پیروی کرنے والوں کی بغض و عداوت میراث میں پاتے ہیں اور ان کے طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں، اور خاندانِ رسولؐ کے ظالم اور فاسق دشمنوں کو جن کی عمر میں بُت پرستی اور شراب خواری میں گزری ہیں خاندانِ رسولؐ کے معصوموں پر مقدم رکھتے ہیں اور جولاہے اور قصاب ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جناب امیرؑ اور ائمہؑ اطہار کی روایت و حدیث کو جو باتفاقِ علمائے زمانہ معصوم و مطہر ہیں، قبول نہیں کرتے اور معصومین کے اقوال کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور عائشہ، انس بن مالک، ابوہریرہ، عمر بن العاص اور معاویہ کا اعتبار کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض بدترین روزگار ہیں۔

اے ابراہیم! صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی کون کون سی فضیلتیں تو جانتا ہے؟ بیان کر تاکہ میں بھی سُنوں کہ صدیق و فاروق کس طرح تمام عالمین پر ثابت ہے یا یہ صرف مذاق ہے یہ کس جہت اور کس علم و فضیلت و تقویٰ و زہد و طہارت، سخاوت و مروت کے سبب سے ہے۔ اور کیا ان میں دلیری و شجاعت ہے اور کب لڑائیاں لڑیں اور کن کن بہادروں کو شکست دی اور کس کس مشکل کو حل کیا اور کیا معجزہ دکھایا، اور کون سی کرامت ظاہر کی؟

اے ابراہیم! فضیلت کے معنی تو بیان کر اور وہ کس سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور بتا کہ اکثر ثواباً من عند اللہ کے معنی کیا ہیں اور وہ ثواب کس طرح حاصل ہوتا ہے جو دُنیا والوں میں سے کسی شخص پر ثابت نہیں ہے اور نہ کسی نے سُنا ہے اور نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ کسی روایت میں واقع ہوا۔ اے ابراہیم اور اے علمائے بغداد اپنی داڑھیوں کی لاج رکھو اور ان مہملات کو ترک کر دو۔ اور یاد رکھو کہ ابتدائے زمانہ خلافت اوّل سے اب تک تمہارے مذہب کی بنیاد تعصب، بغض و عداوت اور ظلم پر

رہی ہے۔ اور تم نے کبھی سادات اہلبیتؑ میں سے کسی ایک کو اور علمائے شیعہ ہیں سے بلکہ ان کے محبان و موالیان میں سے کسی ایک کو بحث و جدال کا موقع نہ دیا اور تم نے ان کو کبھی مذہب اہلبیتؑ کے اظہار کی مہلت نہ دی۔ اور ہمیشہ ان کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کو اشد کفار ظاہر کرتے تھے۔ اور لوگوں کو ان کے قتل کی ترغیب دیتے رہے اس خوف سے کہ تمہاری رُسوائی نہ کریں اور تمہارے مذہب کو باطل نہ ثابت کریں۔ اور تمہارے اماموں اور پیشواؤں کے کفر و ظلم و فسق کو جو رسولؐ اور اُن کے اہلبیتؑ کے دشمن ہیں تم پر ظاہر نہ کریں جیسا کہ میں نے خلیفہ کی بدولت ثابت کی۔

اے ابراہیم اور اے علمائے بغداد!! تم سمجھ لو کہ تم دشمنانِ اہلبیتِؑ رسولؐ ہو اور تمہارے امام اور پیشوا سب قاتلانِ اہلبیتؑ اور ان کے دشمن ہیں اور جو منافقانہ طریقِ عداوت رسولؐ خدا کے ساتھ عمل میں لاتے تھے اور اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اس کی خبر دے دی تھی۔ اور بالآخر انہوں نے اپنی دشمنی رسولؐ کے بعد ظاہر کی اور اہلبیتؑ سے انتقام لیا۔ اور تم بھی انہی ظالموں کی پیروی کرتے ہو۔ اور رسولؐ کی آلؑ اور اہلبیتؑ اور ان کے شیعوں اور پیروی کرنے والوں کو تم نے دُنیا میں باقی نہ چھوڑا۔ اور اُن کی نسل کو منقطع کیا۔ اور پھر اسلام کا اور مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ ہم محمدؐ کے دین پر ہیں۔ خدا کی قسم محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے بیزار ہیں۔ یہ سُنکر تمام علماء نے کہا کہ ہم اہلبیتؑ کے دشمنوں سے بیزار ہیں اور اس شخص سے بھی جو اُن سے عداوت رکھتا ہے۔ حُسنیہ نے کہا خدا کی قسم تم جھوٹ کہتے ہو۔ تمہارے دل اہلبیتؑ کی اور ان کے پیروی کرنے والوں کی عداوت سے بھرے ہُوئے ہیں۔ میں خلیفہ کے سامنے ثابت کرتی ہوں کہ ایسا ہی ہے جیسا میں کہتی ہوں۔

اے ابراہیم! عید الاضحیٰ کے دن تمہارے تمام علماء و مشائخ اور دانا لوگ اور تمہارے سارے عوام منبر کے پاس جمع ہوتے ہو اور جب خطیب منبر پر جا کر حضرت ابراہیمؑ

کا اپنے فرزند کو قربان کرنے کا حال بیان کرتا ہے تو تم رونا شروع کرتے ہو اور ہائے ہائے کا شور مچاتے ہو۔ اور جس وقت سُنتے ہو کہ ابراہیمؑ نے چھُری ہاتھ میں لے کر اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو فریاد کرنے لگتے ہو اور سروں سے پگڑیاں پھینک دیتے ہو اور مسلسل آنسو بہاتے ہو حالانکہ حضرت اسمٰعیلؑ کو کوئی زخم نہیں پہنچا تھا آخر ایک گوسفند ذبح ہُوا تھا۔ اُس روز سے اب تک اُس گوسفند کی یادگار کے طور پر تمام عالم میں لاکھوں گوسفند ذبح ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب اُس مجلس سے اُٹھتے ہو تو روتے چلاتے ہو اُس گوسفند کے لئے جس کو ذبح ہوئے چار ہزار سال گزر گئے اور جس شہر و قریہ میں نور دیدۂ رسولؐ اور جگر گوشۂ ولیٔ خدا اور فرزند ارجمند حضرت سیدۃ النساء اور برادر حضرت امام حسن مجتبیٰؑ سید شباب اہل الجنۃ حضرت امام حسین سید الشہدا مظلوم کربلا علیہ و علےٰ آبائہٖ و اُمّہٖ و اخیہ السلام کے مصائب پر روز عاشورہ یا دُوسرے دنوں میں کسی مومن کو دیکھتے ہو کہ اُن حضرتؑ کے مصائب پر غمگین و گریاں ہے تو کہتے ہو کہ یہ رافضی اور اہل بدعت ہے جس کے جد کے مثل کسی کا جد نہیں، اور جس کے باپ کے مانند کسی کا باپ نہیں اور جس کی ماں جیسی کسی کی ماں نہیں اور جس کے بھائی جیسا کسی کا بھائی نہیں اور نہ جس کے فرزند جیسا کسی کا فرزند۔ جس سے اُمّت کے منافقین، ملاعین اور ظالمین نے غدر کیا اور اس کو ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا اور اس کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کیا اور اُس کے حرم محترم کو لُوٹا اور اُن کو قیدی بنایا اور اُس کے فرزندوں، بھائیوں، بھتیجوں اور احباب میں بہتر افراد کو قتل کیا۔ یہ کیسی بات ہے کہ جس کو اس سے قبل دو ہزار سال یا تین ہزار گزرے ہوں اُس کو یاد کریں اور اُس پر گریہ کریں۔ اے ابراہیم یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک گوسفند کے لئے چار ہزار سال کے بعد رو سکتے ہیں اور فراموش نہیں کر سکتے: اور قرۃ العین جناب رسُولِ خدا اور جگر گوشۂ بتولؑ عذرا کے غم میں دو سو سال یا زیادہ گزرنے کے بعد بھی نہ رونا چاہئے اور نہ ماتم کرنا چاہئے۔

حُسنیہ کی تقریر جب یہاں تک پہنچی تو اُس نے اپنے سر پر ہاتھ مارا اور سر سے مقنعہ اُتار پھینکا اور نوحہ وزاری کرنے لگی۔ کہتی تھی کہ وہ حسینؑ جو رسُولؐ کے کاندھے پر سوار ہوتے تھے اور پیروں کو حضرتؐ کے جسم اقدس پر مارتے تھے کہ جلدی چلیں اور جناب رسُولؐ خدا کو اس پر فخر ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کتنے بہتر سوار ہو تم۔ اور تمہارے باپ تم سے بہتر ہیں۔ اور کتنی اچھی ہے تمہاری سواری۔ اُسی کے گلوئے مبارک کو جو بوسہ گاہ سیدِ کائنات و سرورِ موجودات تھا، تیغ سے کاٹا اور اُس کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے۔ اور تم اُس کے قاتل کو اپنا امام اور پیشوا جانتے ہو۔

حُسنیہ کے گریہ کرنے سے ہارون اور حاضرین مجلس کی صدائے گریہ وشیون بلند ہوئی۔ ہارون کو خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی فساد وفتنہ برپا ہو اس لئے اُس نے حکم دیا تو حُسنیہ کے لئے فاخرہ خلعتیں لائی گئیں۔ اور ہارون نے حُسنیہ کی بحث کو ختم کرنا چاہا تو حُسنیہ نے ہارون سے کہا کہ مجھ کو تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ ایک سوال اور کر کے گفتگو ختم کروں۔ ہارون نے کہا بیان کرو۔

حُسنیہ نے کہا اے عُلمائے حاضر اُسی خدا کے واسطے جو عالمین کا معبود ہے بتاؤ کہ کسی کتاب میں پڑھا ہے کہ پیغمبرؐ نے مسجد میں یا جہاں کہیں بیٹھتے تھے کسی کو علی پر مقدم کیا یا امیر بنایا؟ علماء نے کہا کہ نہیں۔ حُسنیہ نے کہا کہ جب خدا اور رسُول نے کسی کو ان پر امیر نہیں بنایا تو تم کیسے جائز رکھتے ہو کہ اُمت میں سے کسی کو ان پر امیر قرار دو۔ اے ابراہیم! جس موقع پر جناب رسُولؐ خدا نے ابوبکر کو سُورۃ برائت دی اور ان کو ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا کہ سُورہ مذکورہ مکہ میں جا کر کفار کے سامنے پڑھیں۔ اُسی وقت خدا کا حکم ہوا کہ وہ نہ لے جائیں بلکہ علیؑ ابن ابی طالب لے جائیں اور حکمِ خدا کفار کے سامنے بیان کریں۔ جناب رسُولؐ خدا نے علیؑ کو تنہا بھیجا تو حضرتؑ نے سُورۃ برائت کو ابوبکر سے لے کر ان کو اُس لشکر کے ساتھ واپس بھیج دیا جو ان کے ساتھ تھا اور ابوبکر شرمندگی کے سبب مدینہ نہ جا سکے۔ اور امیر المومنینؑ

سے استدعا کی کہ کسی کو آنحضرتؐ کے پاس بھیج کر میرے واسطے حج کی اجازت حاصل کریں کیونکہ میں واپس نہ جاؤں گا بلکہ آپ کی خدمت ہی میں رہوں گا۔ لیکن امیر المومنینؑ آنحضرتؐ کے حکم کی متابعت میں تنہا مکہ تشریف لے گئے اور آیۂ برائت کفار مکہ کے سامنے پڑھی" فاذا نسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجد تموھم وخذوھم و احصروھم واقعدوا لھم کل مرصد فان تابوا واقاموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة فخلوا سبیلھم۔ اسی طرح چند شرطیں جو مقرر ہوئی تھیں اور احکام الٰہی اُن کو پہنچائے۔ اس امر میں اُمت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اے ابراہیم یہ تمام باتیں تمہاری کتابوں میں لکھی ہیں یا نہیں؟ اُس نے کہا ہاں لکھی ہیں کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا۔ حُسنیہ نے کہا اے ابراہیم اُس موقع پر جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری وقت تھا آپؐ نے اسامہ بن زید کو سردار لشکر مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا:۔ لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامۃ الا علیؑ بن ابی طالب وفضل بن عباس۔ یعنی خدا کی لعنت ہے اُس پر جو لشکرِ اُسامہ کے ساتھ نہ جائے اور رہ جائے اور اُس کے علم کے نیچے نہ رہے سوائے علیؑ بن ابی طالب اور فضل بن عباس کے"۔ اور حضرتؐ بار بار یہ جملے فرماتے رہے اور ابوبکر و عمر سُنتے تھے مگر مخالفت ہی کرتے رہے اس خوف سے کہ اگر اُسامہ کے ساتھ چلے جائیں گے، تو رسولؐ خدا علیؑ کو حکمِ الٰہی کے مطابق اپنا قائم مقام مقرر فرمادیں گے۔ اسامہ بن زید نے ان کے بلانے کے لئے کسی کو بھیجا مگر وُہ نہ آئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن پر لعنت کرتے تھے یہاں تک کہ عالم بقا کی جانب متوجہ ہوئے۔ ان لوگوں نے پیغمبرؐ کے جنازہ کو چھوڑا اور سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے اور خلافت کے لئے لڑنے لگے۔ آخر اسامہ بن زید کو خبر پہنچی تو اُس نے ان لوگوں کے پاس کہلوایا کہ تم میرے تابع اور ماتحت ہو تمہیں امر خلافت سے کیا سروکار ہے۔ اور باتفاق تمام اُمت وُہ لوگ رسولؐ خدا کے بعد بھی اُسامہ کے تابع و ماتحت تھے۔ اگر ان میں خلافت و وصایت کی قابلیت ہوتی تو چاہئے تھا کہ اُسامہ اُن کے ماتحت ہوتا۔ اور جبکہ رسولِ خدا نے

لشکر اُسامہ کے ساتھ نہ جانے والوں پر پیغمبرؐ کا لعنت کرنا

آخری وقت تک باجماعِ اُمت نفرین کی ہے۔ اور یہ تمام باتیں تمہاری کتابوں میں لکھی ہیں اور تم انکار نہیں کر سکتے۔ اور ابوبکر و عمر اُسامہ کے ماتحت و تابعدار تھے۔ اس کے ساتھ نہیں گئے اور رسول اللہ کی مخالفت کی اور آنحضرتؐ نے ان پر نفرین کی۔ اور جس پر رسول اللہؐ نے لعنت کی، وُہ بلاشبہ خدا و رسولؐ کی لعنت میں گرفتار ہوگا اور عذاب ابدی میں مبتلا رہے گا۔

ابراہیم اور تمام علمائے بغداد شرمندگی کے سبب سے سر جُھکائے ہوئے سُن رہے تھے اس کے بعد حُسنیہ نے کہا الحمد للہ والمنتہ کہ خلیفۂ وقت کی بدولت اس عاجزہ و ناتوان نے فضائل و مناقبِ اہلبیت رسُول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے دشمنوں کے کفر و زندقہ اور ظلم جو کچھ علم میں تھا علانیہ بے خوف و بے دھڑک ظاہر کر دیا، اور حجت و دلیل کے ساتھ اعدائے دین کو ملزم قرار دیا۔ اور یہ دولت محبانِ خاندانِ اہلبیتؑ میں کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی جو اس کنیز ناتوان کو حاصل ہوئی۔ اگر خلیفہ کی زحمت کا خیال نہ ہو تو خاموش نہ ہوں اور اہلبیتؑ کے مذہب کی حقیت اور ان کے فضائل پر اتنی دلیلیں پیش کروں کہ سُننے والوں سے اُن کا شمار نہ ہو سکے۔

یحییٰ ابن خالد برمکی نے حُسنیہ سے کہا تم نے اپنے مذہب کی حقیت ثابت کرنے میں مطلق کمی نہیں کی۔ اس کے بعد یحییٰ برمکی اور تمام سلاطین، امراء اور جملہ حاضرین نے حُسنیہ کے لئے دعائیں کیں، اور اس کی بے انتہا تعریف کی۔ اُس روز چار سو اشخاص نے اپنے مذہب کو ترک کیا اور طریقۂ اہلبیت اختیار کیا۔ ہارون نے اُس روز سے پھر سادات کی آزار رسانی کا قصد نہ کیا اور شیعوں سے متعرض نہ ہوا۔ اور حُسنیہ کو دوبارہ فاخرہ خلعتیں عطا کیں اور بہت نوازش کی۔ پھر حُسنیہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اس شہر سے چلی جا اور جہاں چاہے آباد ہو جا۔ ایسا نہ ہو کہ یہاں کے لوگ تجھ کو اذیت پہنچائیں۔ اور اُس کے خواجہ کو حسب قرارداد ایک لاکھ مثقال زرِ سُرخ عنایت فرمایا۔ حُسنیہ اور اس کے مالک نے ہارون کے ہاتھ چُومے اور اُس کی مجلس سے مسرور و خوشحال باہر آئے اور ہارون کے چچازاد بھائی نے جو محبانِ اہلبیتؑ میں سے تھا اور اُن تمام لوگوں نے جو محبانِ آلِ رسولؐ تھے حُسنیہ

پر بخششیں اور نوازشیں کیں۔ ابراہیم کرسی زرّیں سے شرمندہ و سیاہ رُو نیچے اُترا اور ابو یوسف و شافعی وغیرہ کے ہمراہ نادم و خجل دربار سے باہر آیا۔ اور عوام اُس کا مذاق اُڑاتے تھے اور ہنستے تھے۔ اور ہارون کا پسرِ عم بھی اُس کا مذاق اُڑاتا تھا۔ حُسنیہ اپنے خواجہ کے ساتھ مدینہ طیبہ کی جانب متوجہ ہوئی اور جناب امام رضا علیہ السلام اور ساداتِ اہلبیتؑ کی خدمت میں پہنچی۔

ایک نسخہ میں یہ بھی ہے کہ جس وقت ابراہیم ابن خالد نے ہارون سے حُسنیہ کی شکایت کی، اور ہارون نے بھی کبیدگی کا اظہار کیا تو حُسنیہ نے پرنالے کی حکایت بیان کی جو جنابِ رسالتمآبؐ نے اپنے چچا جناب عباس کی اظہارِ بزرگی کے بارے میں فرمایا تھا اُس کے بعد جبکہ خدا کے حکم سے تمام اصحاب کے دروازے جو مسجد کی جانب تھے بند کر کے مسجد کے باہر کھولنے کا حکم دیا سوائے درِ خانہٴ علیؑ و فاطمہ علیہم السلام کے۔ عباس خدمتِ رسُولؐ میں آئے اور اپنے رنج کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے اُن کی بہت دلجوئی فرمائی اور اکرام کیا کہ آپ کا ناپدانِ خانہ مسجد کی طرف ہی رہے گا۔ چنانچہ وُہ خلافتِ عمر تک قائم رہا۔ ایک روز عمر کے مسجد میں جاتے وقت اُس ناپدان سے کچھ پانی گر رہا تھا جس کو دیکھ کر عمر کو بُرا معلوم ہُوا اور انہوں نے اس کے کھودنے کا حکم دیا۔ اُس کے کھودے جانے کے بعد جناب عباسؓ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں آکر عمر کی شکایت کی۔ جناب امیر المومنینؑ آئے اور ناپدان کو دُرست کرا دیا الخ اس موقع پر ہارون ابراہیم پر برہم ہُوا اور حُسنیہ کی بحث کی تعریف کی۔

الحمد للہ علیٰ ولایۃ اھل البیت الذین ھم شموس الھدایۃ و بدور الدجیٰ و علی البرائۃ من اعدائھم اللئام الملعونین من الاوّلین والاٰخرین۔

ختم شد!

اضافہ شدہ ایڈیشن

ترجمہ

نہج البلاغہ

شائع ہو چکا ہے۔

اس عظیم الشّان کتاب کے کئی اُردو ترجمے اور شرحیں معرضِ تحریر میں آئیں اور اس کے انمول موتیوں کو اُردو سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر اصل کی خصوصیات ترجموں میں نہ آسکیں اور اربابِ ذوق کی تشنگی بڑھتی ہی گئی۔ الحمد للہ کہ علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ نے اس طرف توجّہ فرمائی اور شارحانہ حواشی کے ساتھ اس کا ایک واضح و سلیس ترجمہ فرمایا جو صحت و سلاست اور حلِ نکات اور تشریح مطالب کے لحاظ سے تمام تراجم و شروح میں ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کتاب کا مقدمہ حضرت سید العلما مولانا سید علی نقی النقوی صاحب قبلہ نے تحریر فرمایا ہے جو ان کی تحقیقی و تدقیقی کاوشوں کا نتیجہ اور علمی دُنیا میں بیش بہا اضافہ ہے۔ اہلِ علم اور نہج البلاغہ کے حقائق پرور، ایمان افروز مطالب سے ذوق و شوق رکھنے والے آج ہی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں ورنہ اگلے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

نوٹ :- کتاب نہج البلاغہ خریدتے وقت "امامیہ کتبخانہ لاہور" کی مطبوعہ خریدیں کیونکہ اس ایڈیشن میں علامہ صاحب نے اضافہ بھی کیا ہے۔ اور اب یہ ایڈیشن پہلے سے بھی ہر لحاظ سے بہتر اور جامع ہے سائز ۱۰×۲۰ حجم ۹۶۰ صفحات لکھائی بہترین۔ آفسٹ چھپائی۔ ہدیہ سفید کاغذ مجلّد ولائتی ڈائیدار -/۳۶ روپے

ہدیہ قسم اوّل سفید کاغذ مجلد ولائتی ڈائیدار اعلےٰ قسم ... ... -/۴۲ روپے

ہدیہ قسم خاص سفید آفسٹ پیپر مجلد معہ پلاسٹک کور ... ... -/۵۰ روپے

ہدیہ قسم خاص سفید آفسٹ پیپر مجلد ولائتی ڈائیدار ... ... -/۵۵ روپے

محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی - اندرون موچی دروازہ - لاہور ۸